



امام احمد

الذی علیہ السلام
الحکیم

لاہور

احیاء دین

کتاب

پیشین شکیل احمد عنوان

K-1

172

6722

کیفیت سے لکھی احیاء دین لاہور



اُمَامِ اَحْمَد
 رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اَجْمَعِينَ

اور

احیاءِ دین

کمپن شکیل احمد عوان

رَضَا اَكْبَرُ اَسْمٰی رَجِسْتَرِ لَاهُور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۷۴

نام کتاب امام احمد رضا اور احیائے دین
تصنیف کینن شکیل احمد اعوان
ناشر رضا اکیڈمی
کمپوزنگ ایم یو کمپوزنگ ایسوسی ایشن دربار مارکیٹ لاہور
مطبع احمد سجاد آرٹ پریس موہنی روڈ لاہور
ہدیہ دعائے خیر تجی معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۳۸ / ۹۳۸ حبیب بینک

دس پورہ برانچ لاہور

..... بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات

-/۵۰ روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں، لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ فون نمبر ۲۵۰۴۴۰

فہرس

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۵۶	مقیم بنگال	۵	اشاب
۵۷	مسلم یگ کا قیام	۷	پیش لفظ
"	تشیخ بنگال	۹	مقدمہ
۵۸	گیلی پولی کا معرکہ	۱۳	تقدیم
	سپہ سالار مصطفیٰ کمال پاشا اور	۱۶	حرف تحسین
۵۹	شرائط صلح	۱۹	تقریظ
"	مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم	۲۱	احیائے دین
۶۰	مایوسی اور پر مغزگی	۲۳	ذکر حیات سرمدی
۶۱	مصطفیٰ کمال کی رائے	۲۲	ظاہری اور باطنی اصلاح کی تحریک
۶۳	ہند میں تحریک خلافت	۲۶	یادعات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ
"	تحریک ترک موالات	"	سجدہ تعظیمی
۶۳	ترک موالات اور علماء	"	حد کو تک جھکنا
۶۶	ترک موالات اور اسلامی شعائر کی توہین	۳۷	طواف قبر اور بوسہ
	اور بے حرمتی	۳۸	قبر کا اونچا بنانا
۷۲	تحریک ہجرت	۳۹	عورتوں کا مزارات پر جانا
۷۵	امام احمد رضا کی مومنانہ فراست	۴۲	مسئلہ سماع
	امام احمد رضا بحیثیت ماہر معیت	۴۵	جعلیات اور چالیسویں
	تحریک پاکستان میں امام احمد رضا کے خلفاء		مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف امام
۵۰	وتلاذہ کا انقلابی کردار	۵۰	احمد رضا کا فکری جہاد
		۵۵	امام احمد رضا کے سیاسی نظریات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

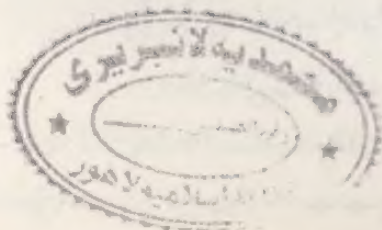
انتساب

غلبۂ اسلام کی انقلاب آفرین
عالمگیر تحریک

انجمن طلبیہ اسلام

کے پُر عزم اور جیلے
کارکنان کے نام

”بڑھ رہے ہیں منزلوں کی سمت صبح و شام“
اس زمیں پہ مصطفیٰؐ کا لائیں گے نظام



پیش لفظ

امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان نے قدم قدم پر العزیزانہ انداز سے یہ ہے جنہوں نے اپنے سارے زندگی خدمت اسلام اور محبت سید الانام علیہ السلام میں گزار دی ہے حضرت امام رضا نے دشمنانہ اسلام سے جو کچھ جنگ لڑی ہے انگریز، ہندو، قادیانی، نجدی، انصاری اور دوسرے سب باطلہ پرست فرتے اور گروہ حضرت ام کے خارا شکاف قلم کے مقابلہ نہ ٹھہر کے جسے موضوع کو موضوع سنے بنایا حقہ تحقیق ادا کر دیا گذشتہ تین چار صدیوں کے اسلامی تاریخ اتنا بڑا جامع العلوم ٹیپ کرنے سے قاصر رہے ہے آپ میدان تحقیق کے وہ شہسوار ہیں کہ مہمانت اور باطلہ سے مصالحت آپ کے قریب نہیں ہو سکتی بات دہرے ہے کہ

”جسے سمت آگئے ہو سکے بھٹا دے دیے“

باطلہ برستوں نے آپ کے خلاف ایسا کر لیا تھا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے آپ کے خلاف طرح طرح کے الزام تراشیوں کا سہارا لیا گیا لغویات کا طور مار باندھا گیا لکھتے باطلہ کے پاؤں کہہ جاتے ہیں یہ طوفان بدترین بڑے شدت سے اٹھا ماحولہ پر چھایا لیکن اب یہ بھوٹ کے بادلوں چھٹ رہے ہیں اور حقیقت کا نور ظہور پا رہا ہے۔

امام بریلوی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے خدمت اسلام کو شعار بنایا تھا فیض اودعائین نے نہرو گاندھی کو اپنا بنیاد دے ٹھہرایا تھا مگر یہ حالات کہ کتنے تم غافل ہیں کہ نہرو کے غلام اور گاندھی کے بھگت راہنسا ٹھہرے اور انہیں اسلام کہے ترجمانی کا حق دے دیا گیا اور اسلام دشمنی بدعت برکت اور شرک کہہ علم بردار ہے کا الزام امام رضا رحمہ اللہ پر رکھ دیا گیا۔

ہے چہ دلاور است و زے کہ بکف چراغ دارو

گذشتہ صدیوں سے عرصے میں امام رضا رحمہ اللہ کے انکار کو عوام شناس بنانے کے لئے بڑا کام ہوا ہے حقیقت کے نورانی چہرے سے یہ مصنوعی دھندلے ہوئے فوج ڈالے گئے ہیں ہمارے

مقرر تھے ہمارے اہل قلم، ہمارے خطباء و مقررین اور ہمارے دانش ور وہ نے بہت کام کیا ہے اور یہ قافلہ عشق و محبت بھی پوری قوت سے آگے بڑھ رہا ہے خلیفہ اپنے مذموم حرکات برائے کار لا رہے ہیں لیکن اب حقیقت کو مزید چھپانا کس کے بس ہے یہ نہیں رہ گیا ایک بین الاقوامی پلیٹ فارم پر آسٹریلیا کے ایک یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے وجوہ اس ایجنڈے کے لئے مقالہ لکھ رکھا تھا اور جس کا مضمون مختصر بیسویں صدی کے پہلے چالیس سالہ کے ہندوستان کا تاریخ حقہ فقرے پوچھا "نا ہے پاکستان یہ بڑے تیزی سے بریلویت پھیل رہے ہیں" یہ نے جواباً کہا "جسے نا ہے" "حقائق عین پھیلا کرتے ہیں"

فاضل بریلویہ رجسٹرڈ ٹیچر اور تجدید کے کاموں کو لے کر آگے بڑھے تھے دہہ امت کے چودہ سو سالہ نظریات یہ کیا انہ نظریات کے سامنے لیلائے نجدیہ کا کوئی متوالا مضمون بند باندھ سکتا ہے؟ کیا نہروانہ انکا کا کوئی ٹیچر وارثانہ دست کہے تا بنیویہ اور معققات امت کہے لہذا انہ کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کر سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔

مثبتیت کا کارروانہ میدان علم یہ کہ دیکھا ہے انشاء اللہ اب فاضلہ بریلویہ کے خلاف سب ہتھوات کافر ہوں گے۔

امام رضا کے دفاع میں ہمارے نوجوان عزیز ٹیکسل احمد عوانہ بھی اپنے قلم کا شیعہ لے کر میدان علم میں اترے ہیں، میں نے انہ کے کتابچہ کو چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا ہے انشاء اللہ العزیز ہمارا یہ نوجوان قلم کار مثبتیت کے بے حد خدمات سر انجام دے گا۔

امام رضا علیہ الرحمۃ پر وار د کچھ اعتراضات کے جوابات بھی انہیں نے پیش کئے ہیں امام احمد رضا اور ارحیائے دینہ "کہ جامعیت و کاملیت بھی ثابت کہ ہے حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں تاریخ بھی اخذ کئے ہیں خلیفہ نے وہاں دینہ کے نظریات کا تجزیہ بھی کیا ہے یہ انہ کے پہلے کوشش ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ تحقیق کے سمندر کہ پہنا ناز یہ میں اتر کر بڑے قیمتی ورقہ الہی سنت کہہ کر انہ کے ہم نقشہ اولہ کے بعد نقشہ ثانیہ کے منتظر ہیں گے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے صدقے میں انہ کے علم و عمل میں برکتیہ نازل فرمائے۔

نیا ذوالحجہ پر وفیر سیدہ الرحمۃ خاتون ایم اے بریلویہ محمدیہ مؤثرہ انوار القرآن

صدر راولپنڈی

مقدمہ

از: جناب ڈاکٹر سید مطلوب حسین

پاکستان کی چہل سالہ تاریخ میں گوشتہ ایک دہائی نگر، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی سطحوں پر خاصی انفرادیت اور اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس دوران میں اسلامی اقدار و روایات کی نشوونما کے لئے ایک خاص فضا سازگار ہوئی ہے جس کی حیثیت عبوری نہیں بلکہ بنیادی ہے اس دور میں نوجوان نسل خاص طور پر واضح نمایاں اور مثبت تبدیلی پر گامزن ہوئی ہے، جس کی بڑی وجہ اپنے درخشاں ماضی کا عرفان، حال کی شناخت اور مستقبل کی فکر ہے۔ اقوام و ملل کی تاریخ عروج و زوال میں اس احساس یا عدم احساس کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو جب یہ شعور و ادراک حاصل ہوا اور انہوں نے بیک وقت ازبگ و ہندو کے خلاف علیٰ جدوجہد کا آغاز کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکستان کی شکل میں نعمت عظمیٰ سے نوازا یہ سعادت زور بازو یا اجتماعی جدوجہد کا نتیجہ تو تھی ہی لیکن اس کے پیچھے توفیق ایزدی کے علاوہ سیاسی اور مذہبی سطحوں پر وہ رہنمائی حاصل تھی جو ایسی تحریکوں کی جان ہوتی ہے۔ یہ کام سیاسی محاذ پر سرسید احمد خان سے لے کر قائد اعظم تک مختلف اہم شخصیتوں نے انجام دیا۔ لیکن مذہبی حلقوں سے اگر مجھ کو پُر تائید حاصل نہ ہوتی تو شاید صورت حال اسلامیان برصغیر کے حق میں مفید نہ ہوتی۔ اس محاذ پر جو کارنامہ اعلیٰ حضرت احمد رضا شاہ خاں بریلوی اور ان کے مکتب سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے سرانجام دیا

وہ ناقابلِ فراموش ہے حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کے جسم میں حرارت اور نیا خون زندگی اس وقت دوڑا جب بریلوی مکتب کے علمائے مسلم لیگ کے پروگرام سے اتفاق کیا اور قائدِ اعظم کو اپنی تمام تر حمایت و تعاون کا نہ صرف یقین دلایا بلکہ عملی جہد و جدوجہد میں بھی حصہ لیا جو تحریکِ پاکستان کا ایک اہم حصہ ہے۔ انہوں کا مقام ہے کہ ہم نے اپنے اس محسنِ عظیم کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ ہم اپنی دینی محافل میں ان کا کلام پڑھتے ہیں، سنتے ہیں اور سر و ہفتے ہیں لیکن اگر ان کے بارے میں دریافت کیا جائے تو ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ یا پھر ان کی وجہ شہرت صرف ایک لغت گو شاعر کی رہ گئی ہے جو ان کی قدآور شخصیت کے مقابلہ میں کچھ بھی تو نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی دو صدیوں کو چھوڑ کر تاریخ میں ان کے منصب و مرتبہ کے بہت کم لوگ گزرے ہیں۔ وہ بیک وقت اپنے دور کے فقیہ، مفتی، انشا پرداز، شاعر، بدل، ریاضی دان، ہیئت دان اور دیگر علوم متداولہ پر بے پناہ دسترس رکھتے تھے۔ لیکن ان کا اصل کارنامہ احیائے اسلام یا اسلامی نشاۃ ثانیہ ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شکست کے بعد اسلامیانِ ہند کی صرف بساطِ سلطنت ہی نہیں گئی، بلکہ روحانی، اخلاقی اور عملی متاع کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور بقول علامہ اقبال

”وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا“

کارواں کے دل سے احساسِ زبیاں جاتا رہا“

اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کی تہذیب و اصلاح کے نام سے ایک تحریک اٹھی جس کا بنیادی مقصد تو نیک تھا لیکن نتیجہ ثمر زیاں کاری اور سودِ فراموشی کے سوا کچھ نہ ملا۔ کیونکہ جس تحریک کا خمیر ہی نام و ناموس رسالت کی عظمت میں کمی پر رکھا گیا ہو اس سے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس منفی سوچ اور طرزِ عمل نے ہمارے اسلامی تشخص کو بہت نقصان پہنچایا۔

مخالفین سلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اُمر مسافروں کو کمزور و ناتوان بنانا ہے تو ان کے قلوب و اذان سے عشق نبی اور حب رسولؐ کے بذریعہ کو کم کر دے یہ ناقہ کش کے موت سے ڈرتا نہیں ذرا روت محمدؐ اس کے دل سے نکال دو

اعلیٰ حضرتؑ نے اس راز کو پایا تھا اور انہوں نے اپنے دشمن کا آغا زہی اس بنیاد پر کیا کہ اُمر مسافروں کو اپنی عظمت رفتہ اور شرفِ گوشتہ کو بھل کرنا ہے تو انہیں اپنے شاندار ماضی کو سامنے رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے رشتہ کو مضبوط اساس پر استوار رکھنا ہو گا۔

قوتِ عشق سے ہر بہت کو بان کر دے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجار کر دے

اس نام کے اعزاز سے مردہ دلوں کو دھڑکنے، دھڑکنوں کو تڑپنا اور بیداری

لغیب ہوئی۔

دل بیدار فاروقِ دل بیدار گزاری

مسب اوم کے تق ہیں کیسا ہے دس کے بیداری

اس کیلئے اپنا اثر دکھایا۔ دل کی بستی آباد ہوئیں۔ اسلامی اداروں کی مدد سے بوقتِ آنی۔ اسلامی اقدار و روایات زندہ ہوئیں۔ کاروں کے دل میں حساسیتیں پیدا ہوئیں۔ کے نتیجہ میں مسات گمشدہ کی بازیابی ہوئی۔

اس کامیابی کا نام ترسہرا اعلیٰ حضرت محمد رضا خانؒ کے سرسے جو اپنی وفات (۱۹۲۴ء) کے بعد اپنے چچا ایف ایف فضا، ایک بکمر، ایک بکمر اور ایک تحریک پھیل گئے جس نے مخالفین کی تہذیب اور حرارت کی تہذیب کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حصولِ منزل کو آسان بنا دیا۔ تاریخ کے اس موڑ پر قیامِ پاکستان کے چالیس سال بعد جب وطن عزیز میں ایسے اسلامی

کہ موافقت میں حالات بدل رہے ہیں تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے محبین کے کارناموں کا تذکرہ کریں اور تاریخ میں ان کا وہ مقام متعین کریں جس کے وہ مستحق ہیں۔ اس حلقہ میں اعلیٰ حضرتؒ کا نام چونکہ سرفہرست ہے۔ اس لئے ان کا حق ہم پر واجب ہے۔ اس حق کو تشکیل احمد اعوان نے کتاب ”امام احمد رضا اور احیائے دین“ لکھ کر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین !

تشکیل احمد اعوان ایک صالح نوجوان ہیں۔ ان پر مذہبی رنگ غالب ہے۔ جی وجہ سے کمر کے اس حصہ میں بھی وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں مختلف اسلامی موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں۔ ان کا تعلق طلبہ کی ملک گیر اسلامی تحریک انجمن طلبائے اسلام سے ہے وہ ضلع راولپنڈی کے خازن اور راولپنڈی شہر کے ناظم بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی زیر نظر کتاب میں نے بغور دیکھی ہے۔ ایک نوجوان اُبھرتے سرے مؤلف و مصنف کی ایک عمدہ کاوش ہے یہ کام بڑوں کے کرنے کا ہے جو انہوں نے اپنی بساط کے مطابق سرانجام دے کر دوسروں کے لئے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔ اس کتاب کو ہم تحقیقی تو نہیں کہہ سکتے۔ تاہم اس میں ایسا مواد شامل کرویا گیا ہے جس سے عام قارئین کے علم میں اضافہ ضرور ہو سکتا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب بنیادی طور پر خاصی اہمیت کی حامل ہے جسے پڑھ کر تشویق مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو مزید توفیق دے۔

آمین !

سید مطلوب حسین

وزارت مذہبی امور پاکستان، اسلام آباد

تقدیم

از جناب میاں عبد الرشید مظفر قاضی دکنی و کابل نگار

برہنہ پاک و بنامیہ حضرت محمد رضا خان نے برہنہ کے شفیقیت تقویٰ
تجربہ ملک سے۔ خدمت سے اسلام، و خدمت سے سکائے تہذیب کے کی طرح سے منفرد و شہیت
اور شانے لکھتے ہیں۔ ایک پتہ مومن کے طبع آپ احمد نے لکھا ہے یہ
مشیر رہنما تھے۔ چونکہ آپ نے نہایت جرات و بہادری سے دینے اور یہاں سے
سید انور سے بعض نام نہاد تعلیم سے و سید زور کا پتہ م اور عیسوی توڑا۔ اس
یہ ان کے متبعین نے آپ کے خلاف جے مہ دی یا پھیلنے کے مذہب و مذہب جہاں
اور ہندو پر سید کے تعارض سے اتنا کر دوسرا لایا کہ، جسے بہت بعض لوگ امام
مومن کا نام سننا نہ گوارا نہیں کرتے۔ آئندہ صفحات کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ حضرت
احمد رضا خان نے صاحب نے بدعات اور برائے رسالت کی یہ شدید نفرت کی ہے
مگر چونکہ اس کے ساتھ آپ نے سید اسما سے دجوت کے پیدا کر دینے لکھنا کیا ہے
مسائل: جسے سخت سے بظلمت کیا۔ اس لیے سما میں دجوت کے پیروں نے
یہ بات مشہور کرنے میں یزید چوٹی ہر دور کا دیکھا کہ امام احمد رضا خان بدعات اور برائی
استومات کے مخالف تھے اور چونکہ یہ پراپیگنڈہ کرنے والے ہندوؤں کے ساتھ ہوتے
پیارے اور مروت کے حامی تھے۔ اور حضرت احمد رضا خان نے ہندوؤں کو مشرک
اور نجس قرار دیتے تھے اس لیے ہندو اجماع نے جن کے کہنے والے نہ تھے
بھی تھے ان کے اجماع سے بھی زیادہ تھے۔ مخالفین کے اس پر پابندی
کو زبردستی ہوا دے۔

نار تعلیم یافتہ مسلم جہ کو یہ معلوم نہیں کہ اس میں دجوت نے ایسے ذہنی مسائل

پیدا کیے تھے۔ جسے میں اللہ تعالیٰ کے شانے میں بھجے گئے تھے۔ اور جناب رسول پاتے کسے بے دلہے اور امانتے تھے۔ مثلاً یہ کہ جو کہے کہ اللہ جھوٹے نہیں ہوسکتا وہ اللہ کے قدرت کے وعدہ و وعدا ہے۔ ”یا جو کہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز رسول پاتے ہیں۔ دوسرا رسول پیدا نہیں کرسکتا وہ اللہ کے اختیار کو محدود کرتا ہے۔ کوئی (امام اعلیٰ ہدی) سے پوچھے۔ ایت میں کھرت مسنے اٹھانے کے ضرورت ہے کی قسم؟ قرآن سے پالت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا

ہے۔ تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کے قدرت محدود نہ ہو گئے ہیں۔ اسی طرح یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ بے حضور اکرم کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا تو پھر یہ مسئلہ اٹھانے کا کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ آئندہ جناب رسول پاتے جیسا نبی پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اسمعیل دہلوی جناب رسول پاتے کے بے ادبی اور گتہ فی میں بھجے بہت آگے نکلے گیا مثلاً نبی کے عزت ایسی کرو جیسے بڑے بھائی کے (خود باللہ) نبی کے حیثیت خدا کے سامنے ایسی ہے جیسے گاؤں کے چوہدری کے سامنے گاؤں کے چھوٹے چچا کے۔ ”(خود باللہ) اور اسی قسم کے دیگر خرافات کی ایسی باتیں اسلام کے کا درجہ رکھتی ہیں۔ یا فساد کے آج کل کے لوگوں کو یہ بھوس علم نہیں کہ ہندو مسلم استاد کے خلاف کانٹریکٹ سے علماء ہند و دہلیہ کو جو شہر کے اور شہر کے سجدوں سے میرے جا کر منبر رسول پاک کے پر بٹھاتے رہے اور ان سے تقدیر سے کرتے رہے۔ انہوں نے ہند کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو یہاں سے پھرتے کر جانے کے فتوے دیتے ہیں سے مسلم حرام سناتے تکالیف اور احکامات کا شکار ہونے۔ اس کا سیاسی نقصان یہ ہوا کہ گاندھی ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا بھجے یڈر بنے بیٹھا در مسلمانوں کے مطالبات کے سلسلہ میں کانٹریکٹ در مسلمانوں میں جو مذاکرات ہو رہے تھے اس نے انہیں تھپتھپ کرادیا۔

انگریزوں نے ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے دلوں سے حضور اکرمؐ کے طہمت
 نکالنے اور انہیں جہاد سے برسرِ اثر کرنے کے لیے پلانے تھے۔ اس سے یہ کہ ملت مسلمہ
 کا مذہب و فتنہ ربط حضور اکرمؐ کے محبت و عقیدت پر مبنی ہے اور اس کا بیرونی پھیلاؤ
 جہاد سے وابستہ ہے۔ حضور اکرمؐ کے محبت و عقیدت کم کرنے کے کام کے ابتداء اسماعیل
 دہلوی اور اس کے پیروؤں نے کیے اور جہاد کے تسبیح کی علامت سے بڑا قادیانی
 نے کیا۔ حضرت امیرِ مخلصانؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلم دواں کے
 دلوں میں حضور اکرمؐ کے نسبت و اہمیت کو راسِ کرک دینے کو منہدم ہونے سے بچایا۔

عبدالرشید
 جنوری ۱۹۸۷ء

۸۳۴ / سن آباد
 (لاہور)

حروفِ تحسین

غلام مصطفیٰ مجددی صاحب

سیکرٹری ادارہ تعلیمات مجددین شکرگڑھ

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس تجلی گاہ عالم میں بعض شخصیات کچھ اس انداز سے جلوہ گرہ
ہوتی ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اعلیٰ اطوار و افکار کا پرچم ہر طرف بہراتا ہوا نظر آتا ہے۔
ایسی خوش قسمت شخصیات میں حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ القوی
ایک منفرد اور گونا گوں حیثیت کے حامل بن کر ابھرے اور مقورے سے عرصہ میں آسمان
تاریخ پر آفتاب و مابتاب کی طرح جگمگانے لگے۔ آپ کے انمٹ نقوش پا آج بھی
ہزاروں مسافروں کے لئے مینارہ نور کی مانند درست منزل کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں
آپ کے دور میں بڑے بڑے شیوخ، علماء اور اہل تحقیق حضرات نے اپنا سکہ جما
رکھا تھا۔

شبلی کی تاریخ دانی،

حسرت حالی اور داغ کی فوں خیز شاعری

الواکلام کی اشیا پر دازی

اقبال کی پرواز تخیل اور طرز فکر

اور ظفر و جوتہر کی شعلہ نوائی بامِ عروج کو چھو رہی تھی۔

اعلیٰ حضرت جب ہم تر تابانیوں اور تابشوں کے ساتھ منظرِ تاریخ پر نمودار ہوئے

تو ہر سمت ان کی علمی، فکری، فقہی اور تحقیقی رشحات کا طوطی بولنے لگا

محسنِ چین کو اپنی بہاروں پر ناز تھا

وہ آگے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اور شاہ جیدان رضی اللہ عنہ کی امداد سے جس میدان میں بھی قدم رکھا سرخرو ہوئے۔ کامرانی اُن کے پاؤں چومنے کو ہے۔ باب نظر آئی۔ آپ خود تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں کہ

ملک سخن کی شہنشاہ بنی تم کو رخصتا مسلم
جس سمت آئے ہو سکے بھادیشہ میں

وہ اہلسنت کے عقائد و نظریات کے زبردست مبلغ تھے۔ جب ان عقائد و نظریات کے رک پھول کو پاں کیا جا رہا تھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر ان کی بقا کا انتظام فرمایا۔ جو ہاتھ بھی ان پھولوں کو شائعِ فعلِ سلام سے توڑنے کے سے بڑھ کر آپ نے وہ ہاتھ کاٹ کر رکھ دیا۔

آپ مجددِ وقت تھے

قافلہ سالار تھے

مکہ کا ایام نہیں بلکہ راکبِ ایام تھے

شہسو رعرعہ تجدید اور پاسبانِ گلشنِ اسلام تھے

شرکستانِ ہند میں شیخِ سرہندی رضی اللہ عنہ کی طرح سرِ بانیہ ملت کے نگہبان تھے۔

ہاں! ہاں! ایسے نگہبان جو راقوں کے پر ہول اللہھیادوں میں جاگ کر قوم کی حفاظت کرتے رہے۔

(۲)

زیرِ نظر کتاب "مامِ حمد رضا در احیائے دین" ہمارے عزیز جناب کیپٹن شکیل احمد اعوان صاحب کی عظیم علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ اس ناچیز نے کتاب کے چند ابواب کا مطالعہ کیا اور "حرفِ تحمیں" لکھنے کے لئے قلم کو حرکت دی۔ الحمد للہ فاضل مصنف نے تحقیق اور انصاف کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا۔ اندازِ بیان نہایت خوبصورت اور دل نشیں ہے۔ ثابت کیا گیا ہے کہ امامِ حمد رضا خاں رضی اللہ عنہ عامی بدعات نہیں بلکہ قاطع بدعات تھے۔ آپ کسی نئے فرقے کے بانی نہیں بلکہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے۔ آپ نے عقائدِ اسلام کو جانکر کیا اور تجدیدِ دین کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ محاصلِ زیرِ نظر کتاب

تمام پہلوؤں سے ایک حسین کاوش ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو مزید ایسی علمی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳)

آپ جانتے ہیں کہ ”رضا اکیڈمی لاہور“ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محتاج تعارف نہیں۔ اس ادارے نے امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی بے مثال شخصیت پر تحقیق کا بتنا کام کیا ہے۔ اس کی مثال دنیا بھر میں بہت کم ہے۔ یہ ادارہ عرصہ قبل میں ہزاروں کتابیں اپنے قارئین کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لئے فراہم کر چکا ہے۔ اس ادارے کے سربراہ جناب الحاج مولانا مقبول احمد ضیائی صاحب سراپا عشق مصطفیٰ کے سندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ از حد پیار ہے کہ آپ یقیناً اس لئے گنہگار سے دور میں خلوص و وفا کی تصویر میں۔ یہ کتاب بھی آپ کے ہی ذوق سلیم کی منہ بولتی نشانی ہے۔ خوبصورت کاغذ، دیدہ زیب کتابت، نظر افروز مائیکل اللہ اکبر ع

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی

دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو مزید مسلک اہلسنت کی خدمت کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

ابن دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غلام مصطفیٰ مجددی

یکم ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ

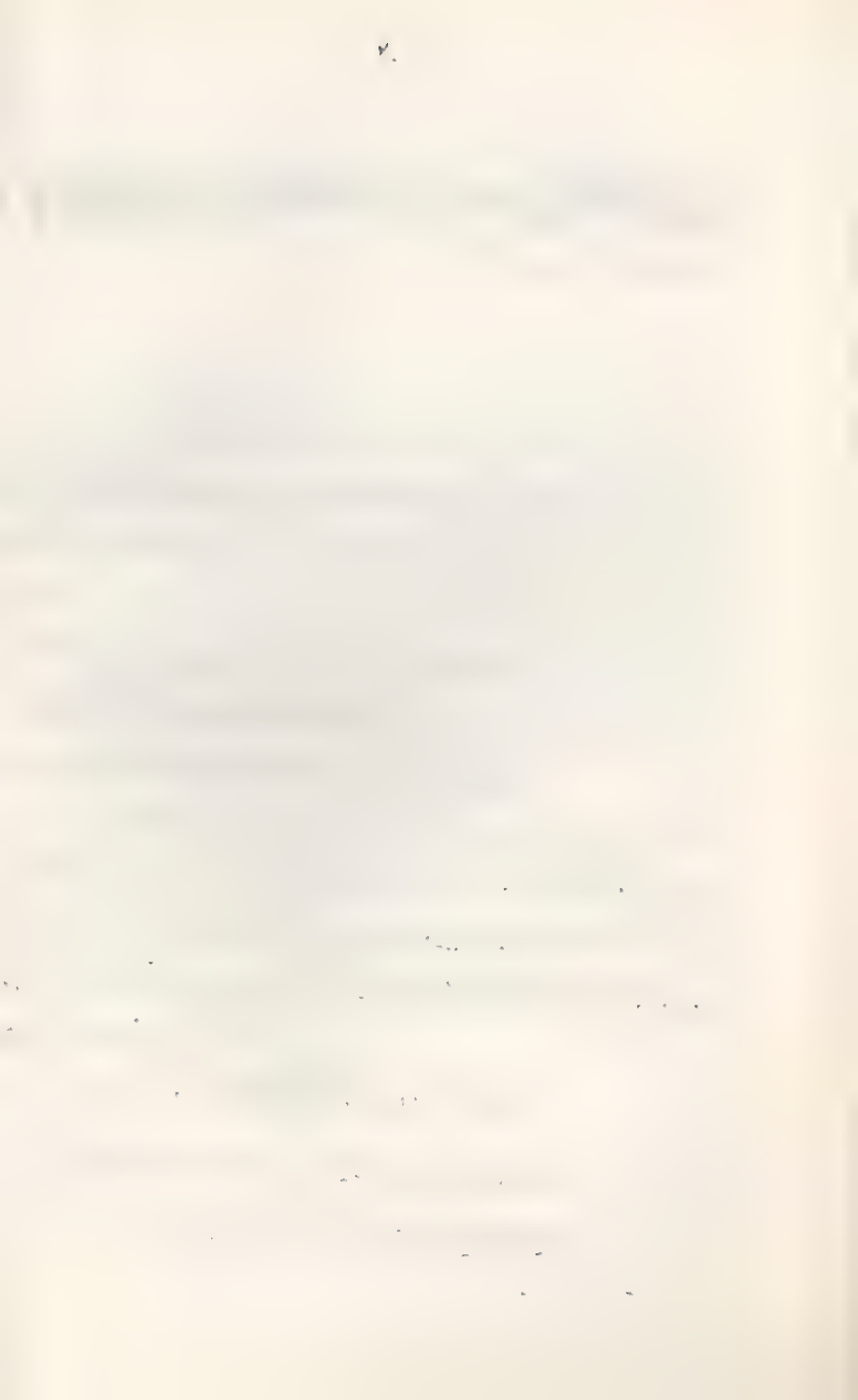
پیر طریقت حضرت علامہ علاؤ الدین صدیقی مدظلہ العالی

بلاشبہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نابغہ روزگار اور
مستقری معاصرت کے، لکے تھے، دینی حلقوں میں وہ اپنے علمی جدت اور علمی
وجاہت سے براہ کرم عتق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بنیاد پر جانے اور پہچانے
جاتے ہیں۔ مساجد جناب ختم مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ وابستگی
کے حامل آپ اگر ایک طرف عظیم محدث، بے مثال مفسر، بلند پایہ مناظر اور مجتہد نہ
طرز کے فقیہ نظر آتے ہیں، تو دوسری طرف میدان نقوش کے عظیم شہسوار
در آسمان طریقت کے نیر نایاب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

مربوم شکیں احمد اعوان نے انتہائی زہد و علمی دیانت داری
سے زیر نظر کتاب "امام احمد رضا اور اچھے دین" کو ترتیب دیتے ہوئے آپ کے گراں
قدر دینی و سیاسی خدمات کا تذکرہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علمی و
تاریخی کاوش کو قبولیت سے نوازتے ہوئے عام و خاص کو اس سے استفادہ کرنے
کے توفیق عطا فرمائے۔

مین شم آمین بجاء السید المرسلین

دعا گو پیر مدظلہ العالی صدیقی مجاہد نشین دربار نیریال شریف
(تادم تحریک زمام مصطفیٰ آزاد کشمیر ۲۲ جنوری ۱۹۸۶ء)



أَخْيَارُ

ذکر حیاتِ سرمدی

مسلمانوں کی تاریخ عروج و زوال کی ایک عظیم داستان ہے جب تک مسلمانوں کے قلوب نورِ عشقِ مصطفیٰ سے تاباں و درخشاں رہے قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں تلے ڈھیر تھے اور جب بلِ اسلام کے نالِ انہوہلم یزید سے فاضی ہوئے تو غرناطہ سے لے کر ڈھاکہ تک ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ مفکرِ اسلام علامہ اقبالؒ اس قوتِ لافانی کا تعارف یوں کرتے ہیں

”ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ دوست

بجز دردِ درگوشہ دامنِ دوست“

اگر ہم برہنہ نظر غیر تاریخِ اسلام کا جائزہ لیں تو ہمیں عید اللہ بن ابی اللہ عبداللہ بن سبا سے لے کر غلام احمد قادیانی اور نام نہاد مصلحین نجد تک ایک ایسا مذہبِ سلسلہ نظر آئے گا جو مسلمانوں میں رہ کر ان کے ایمان و ایقان کو موٹا رہا لیکن دوسری طرف خلیفۃ الرسولؐ مدینہ صدیق اکبرؓ سے لے کر امامِ غلام ابو حنیفہؒ تک اور پھر محدث، امامِ غلام شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور امام ابو منصور ماتریدی سے لے کر مجددِ الف ثانیؒ اور امام محمد احمد رضاؒ تک ہمیں ایمان و عشق کی ایسی مضبوط و نجیز نظر آتی ہے جس نے توحید و رسالت کے خلاف ہونیوالی ہر سازش اور لٹ دوانی کو شل کر کے رکھ دیا۔ احمد رضا اسی زنجیر کی ایک مضبوط کڑی کا نام ہے۔

آپ ۱۲ جون ۱۸۵۶ء بمطابق ۱۰ شوال ۱۲۷۴ھ ہجری کو برصغیر کے مشہور شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب برصغیر میں انگریزی مظالم کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کے لئے اسلامی جمہیت تروپ دی تھی اور پھر جگہ جگہ سال یہ ماوا پھٹ پڑا مسلمانوں نے پورے برصغیر میں انگریز سامراج کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا جن عداوت و دشمنی اس سنت نے خالقِ ہوں سے نکل کر نجد میں، نندائی کی سرافروزی، نماز میں تہارت کی اور فرنگی طاغوت کے خلاف میسجِ جدوجہد کا نثار کیا۔

ان میں بطل سریت علامہ فضل حق شہید خیر آبادی، مولانا سید کفایت علی کانت مراد آبادی، مولانا
 عبد الجلیل شہید علی گڑھی، مولانا سید احمد اللہ شاہ بدای، مفتی صدر الدین آزاد دہلوی، مولانا منایت علی
 کاکوردی، شہید سریت غنشی دتوں بخش کاکوردی، مولانا بابا الدین، مولانا امام بخش جہانپوری، مولانا فیض
 احمد بدایونی سر فہرست ہیں۔ لیکن مدد تنظیم پیشہ درانہ تربیت کی کمی، مضبوط مرکز قیادت کے فقدان
 اور خاندانہ کی وجہ سے یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ اور برصغیر مکمل طور پر فرنگی بربریت کا شکار ہو گیا۔
 اس وقت امام احمد رضا کی عمر مبارک ایک سال اور چھ ماہ تھی۔ ۱۰۴۴ھ رضا کے آباد اجاد سمرقند کے
 ایک چٹھان قبیلہ بڑ سیح سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آپ کے جد امجد سعید اللہ خاں شیخ مت جنگ بہادر شاہ
 جہاں بادشاہ کے دور میں سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ امام احمد رضا کے
 والد گرامی امام متھکین علامہ محمد نعیمی کائنات رحمۃ اللہ علیہ اپنے دانت کے بیہ عدا میں شمار ہوتے تھے۔
 امام احمد رضا نے اپنے والد گرامی کے علاوہ جن علماء مشائخ سے اسلامی علوم و فنون حاصل کیے ان میں
 شاہ آب رسول ماہر دی، شیخ احمد بن زین دھلان مکی، شیخ عبدالرحمن سراج کی، مرزا غلام قادر بیگ، شیخ حسین
 بن صالح، اور مولانا عبدالعلی رام پوری شامل تھے۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید، فہرہ غنیم کیا، چھ
 سال کی عمر میں حید میلاد النبی کے ایک جلسہ میں بڑی بات تھرمی فرمائی۔ امام احمد رضا کی جدت علمی کا یہ
 عالم تھا کہ انہوں نے صرف آٹھ سال کی عمر میں غر کی مشہور کتاب کی شہرت کھڈوں، ہر دو ہی سال
 بعد ۱۰۶۶ھ میں دس سال کی عمر میں مسلم الثبوت پر شیعہ رقم فرمایا۔ ۱۰۶۹ھ میں آپ نے مجملہ علوم و فنون
 کی تحکیم کی اور آپ کو دستار عطا فرمائی تھی۔ اسی سال مسئلہ رفاعت سے اس نے ایک بحث اور جامع
 شرعی فتویٰ صادر فرمائے پر آپ کو دارالافتاء کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی۔ ۱۰۷۴ھ میں انٹارہ
 سال کی عمر میں آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ ۱۰۷۵ھ کو آپ حضرت سید آل رسول ماہرہ و شریف کے
 ہاتھ پر بیعت ہوئے اکیس سال کی عمر میں امام احمد رضا اپنے والد گرامی کے عمرہ حج و زیارت کے لیے
 بیت اللہ پہنچے۔ جہاں علماء حجاز نے آپ کی شخصیت سے مت فر ہو کر آپ کو ضیاء الدین احمد کا لقب دیا۔
 ۱۰۸۰ھ میں آپ نے بریلی میں جرجع فیہ کی عظیم سلامی درس گاہ دارالعلوم منظر اسد مدنی بنیاد

رہی۔ ۱۹۰۵ء میں آپ نے دوسرا ج فرمایا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ نے امت مسلمہ کو قرآن حکیم کا مستند ترین اردو ترجمہ کنزالایمان غایت فرمایا۔ نومبر ۱۹۲۰ء تا ۲۵ جولائی ۱۳۴۰ھ کو امام محمد احمد رضا فاضل بریلویؒ اس دینے ذاتی سے عالم حدود کی جانب روانہ ہوئے۔

تاریخ بریلویں امام احمد رضا کا علمی اور روحانی مقام بہت بلند ہے آپ کو بیک وقت ۵۵ علوم و فنون پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان علوم و فنون کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) اصول فقہ (۵) فقہ حنفی (۶) کتب فقہ جملہ مذاہب (۷) جملہ مذاہب (۸) علم تعبیر (۹) علم عقائد و سکام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم تفسیر (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم (۱۹) علم بیعت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم منکر (۲۲) امام فرماتے ہیں کہ یہ علم میں سے اپنے واسطے اور دوسروں کے واسطے ملی خاص اتمہ اللہ علیہ سے جو جس سے ۲۳ حکمت (۲۴) تجوید (۲۵) تقویٰ (۲۶) سنو (۲۷) اخلاق (۲۸) سہر جہاں (۲۹) سیر (۳۰) تاریخ (۳۱) فتن (۳۲) ادب (۳۳) ان دس علوم کے بارے میں علی حضرت امام احمد رضاؒ فرماتے ہیں کہ یہ علوم میں سے سادہ سے بالکل نہیں پڑھے پڑھو علماء سے مجھے ان کی اجانت حاصل ہے۔ (۳۴) ارشاد بقی (۳۵) جبر و مغایہ (۳۶) حساب ستینی (۳۷) لغویات (۳۸) علم التوقیت (۳۹) سادہ مزایہ (۴۰) علم (۴۱) زکیات (۴۲) شلت کردی (۴۳) شلت سلط (۴۴) بیۃ جدیدہ (۴۵) ربیات (۴۶) جعفر (۴۷) ناظم (۴۸) نظم عربی (۴۹) نظم فارسی (۵۰) نجوم (۵۱) شریعت (۵۲) شریعت (۵۳) خط نسخ (۵۴) خط نستعلیق (۵۵) تجارت مع تجدید (۵۶) علم مغربی۔

ان تمام علوم و فنون سے امام احمد رضاؒ کے یک ہزار سے زائد تصانیف و رسائل بھرت پڑے ہیں جبکہ فتاویٰ عالمگیریہ کے بعد فقہ حنفی کا عظیم الشان شہکار فتاویٰ رضویہ ہم کی عالمی بہت اور محققانہ جہالت کا منہ بوتا ثبوت ہے آپ کے اس فتاویٰ کو سہمی قانون کے ایک مستند ترین فہم کی حیثیت حاصل ہے۔

مفسر اسلام علامہ محمد اقبالؒ علوم فقہ میں امام احمد رضاؒ کی مہارت، ذکاوت و ذہانت اور تجزیہ و فقہی مسائل میں آپ کی تحقیق و تدقیق کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انتہائی مکارانہ چالیں چلیں جن میں سے چند کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے ۔

(۱) انگریزوں نے فارسی کے بجائے انگلش کو دفتری زبان قرار دیا۔

(۲) مدارس اسلامیہ کے مقابلے میں مشنری سکول قائم کئے۔

(۳) مسلمانان برصغیر کی اجتماعی وحدت کو بارہ بارہ کرنے کے لئے قادیانیت و کشمیریوں کے گمراہ مذہبی فرقے تیار کئے۔

(۴) اسی نظام و نصاب تعلیم کی جگہ رڈ بیک اور کالجی نظام و نصاب تعلیم رکھا گیا۔

(۵) مسلمانوں پر عداوتوں کے دروازے کھلے اور پرہیزگاروں کو دیکھ گئے

(۶) عیسائی مشنریوں نے کئی کئی غریب اور سادہ و سادہ مسلمانوں کو عیسائی مذہب

قبول کرنے کی بھڑلوپ دعوت پیش کی۔

(۷) مٹاشی اور قضاوی طور پر مسلمانوں کو مغلوں اور بے بس کرنے کے لئے انگریز

نے ہندوؤں کو اپنا منظور نظر بنالیا اور انہیں ہر طرح کی مٹاشی اور قضاوی

سہولتیں مہیا کیں۔

منطقی طور پر ان غیر منصفانہ اور متعصبانہ اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانان برصغیر نے

نظام و مشائخ اہل سنت کی سرفروشانہ قیادت میں علم جہاد بلند کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک

پورے ملک میں پھیل گئی کثیر سے لے کر اس کو رہی ملک بھر میں مسلمانوں نے مجاہدانہ انداز میں اس تحریک میں

حصہ لیا، وفاق و صداقت کی فتح کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ اگرچہ بعض مذہبی وجوہات

کی بنا پر چندوں نے بھی اس تحریک میں حصہ نہ لیا لیکن ان کی تعداد مسلمانوں کی نسبت بہت

کم تھی۔ گو تحریک جہاد آزادی کی بیشہ دارانہ جنگی تربیت کے نہ ہونے، اور عدم تنظیم اور

مذہبی قیادت کے فقدان کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن یہاں یہ تحریک مسلمان ہند

کے ملی تشخص کے احیاء، درسیات شعور میں بیداری کا باعث بنی وہاں اقوامی طور پر برصغیر

کے مسلم معاشرے پر منفی اثرات بھی مرتب ہوئے۔ مثلاً

(۱) مسلمان عوامیت کی ایک بڑی تعداد میں تہذیب ہو گئی یا انہیں جزیر

الہیمان جیسے ذمہ دارانہ جزیروں میں تادم مرگ پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اس وجہ سے

- مسلمانوں کے دینی مدارس اور خانقاہوں کو نظامِ درہم برہم ہو گیا۔
- (۲) مسلمان خاص طور پر انگریز کے ظلم و ستم، درہنظام کا نشانہ بننے لگے۔
- (۳) اقتصاد اور معاشی، برتری نے مسلمانوں کو حکومت اور ہندوؤں کا دستِ بند بنا دیا۔
- (۴) عیسائی مشنریاں، منصف، عہدہ، در دولت کا لہجہ دے کر مضبوط، کما پسانہ، درسِ مذہب کو دینِ حق سے دور کرنے لگیں۔
- (۵) تو دیا نیت اور گٹا خانہ پر لڑائی کی شکل میں انگریز نے جو دوسرے گمراہی فرقی تیار کئے ان کی سرگرمیاں تیز ہوئیں اور رسوخ، عقیدہ، مسلمانوں پر ترس و بے عزتی کے فتورے کو نئے لگے۔

- (۶) جہالت اور کم علمی کی بنا پر شرعیت کو الگ تصور کیا جانے لگا۔
- (۷) کم علم در بے علم دین کے پیشوا بن بیٹھے جس سے دین کے خاہری دریا صلی پہلوؤں میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔
- (۸) دینی سوار میں نرسودہ، فضوں و غیر شرعی رسومات کو فروغ دیا جانے لگا۔
- (۹) انگریز کی تہذیب و تمدن کی فیر سے سماجی تہذیب و ثقافت رو بہ زوال ہونے لگی اور سماجی قدر غیر محفوظ ہونے لگیں۔
- (۱۰) سنہ زک صورت حال میں مذوقہ علماء کے مورثا شبلی نعمانی نے مسلمان نند پر انگریز کی طاعت نہ ہونا فرض کرنے کا سرکاری فتویٰ صادر فرمایا۔ خوب صحتِ حق ہوئی۔
- مورثہ نند پر حسین، بلوی اور بعض دوسرے علماء نے انگریزی حکومت کی اطاعت و حکم کے سامنے سر قہ کیا۔ اب اس فایس، در بے ایدی کے دور میں ایک سی لقاہ آفرین شخصیت کی ضرورت تھی۔

- (۱۱) جو مسلمانانِ مبد کو با شعور و ایمان تریہ کی حرج بہ عقیدگی اور گمراہی کی دلدل سے بچا کر قرآن و حدیث کے صحیح عقائد سے آگاہ کر کے ان کو رسوخِ عقیدگی پر

یہ گمزن کر دے۔

(۲۱) جو شیخ عید القادر جیلانیؒ طرح شریعت کے نقاہری اور باطنی پہلوؤں میں پیدا شدہ بگڑا اور دنی کو ختم کر کے حقیقی طور پر سجدی روحانیت قائم کر دے۔

(۲۲) جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح دین الٰہی جیسے نئے مذہب یا طہ کا چوری طرح علمی اور تحریری طور پر جاری کیا۔ اور تمام بدعات و فرسودہ رسومات کا خاتمہ کر دے۔

(۲۳) جو مسلمانانِ برصغیر کی سیاسی، معاشی، معاشرتی زندگی و دینی اندر کے تحفظ کے لئے فکری اور منظماتی راہنمائی کرے۔

(۲۴) جو مسلمانانِ ہند کو دیر مذہب باہد اور نہادانیت کے خلاف علمی اور دینی طور پر مستعد و قیام کرے۔

۔ ہذا اس ماحول کیفیت میں ہمیں صرف امام محمد امجد اہد

کی نقادانہ آفرین شخصیت نظر آتی ہے جس نے نہ تمام ذمہ داریوں کو پورے حسن و کمال سے ادا کیا۔

آپؒ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جن غیر صدی عقائد کا رد فرمایا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اعدائے اسلام اور دوسرے مذاہب پر تو در ہے (یصاف باللہ

(۲) اللہ کے نام کو مشیت پر سو قوف کرنا //

(۳)

(۴) نبی کی حیثیت کا وہ کسے چودھری یا زمیندار کی سی ہے (اعباد باللہ،

(۵) انبیاء علیہ السلام کو بڑے بھائی کا درجہ دینا //

(۶) خاتم النبیینؐ کا شس تانا //

(۷) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار //

(۸) بعد وصال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے انکار (مبادیانہ)

(۹) روضہ سرور دوعلم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و حاضری کو ترک ٹھہرنا //

(۱۰) نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم اور ادب کو ترک ٹھہرنا //

(۱۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور محفل میں دُکوعت ٹھہرنا //

(۱۲) رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیعہ حبیبہ کو ترک ٹھہرنا //

(۱۳) رحمۃ اللعین کے عہد ماکان و مایکون کو عام انسانوں جتنی کہ صابی، جنات، در بہم و چوپایوں کے عہد کے برابر قرار دینا۔

(۱۴) سیحان لعین کے عہد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد سے زیادہ ثابت کرنا۔

(۱۵) ختم نبوت کے باوجود کسی نے نبی کی آمد کو فرض کرنا۔

(۱۶) اپنی تھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے انبیاء اکرم کو جھوٹا ثابت کرنا۔

(۱۷) انبیاء اکرام کی توہین اور بے عزتی کو توحید کی عظمت بتانا۔

(۱۸) عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے انکار کرنا اور ان کی موت کو ثابت کرنا۔

(۱۹) رسول پاک صاحب برک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انہیں نازیں آجائے، تو سے میل اور گدھ کے خیال میں دُوب جانے سے بدتر بتانا۔

(۲۰) سید مرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سید الانبیاء و المرسلین ہونے سے انکار کرنا۔

یہ تھا عقائد توحید و ربوبیت میں بگاڑ کا وہ صوفی جو نگریر کے تیار کردہ گمراہ مذہبی

رقوں نے برصغیر میں برپا کیا۔ ان غیر اسلامی عقائد کو توحید و سنت کی آڑ میں پیدا کرنے

اور پھیلانے والوں میں سید احمد برہموی، اسکھیل دہلوی، اسرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی

رشیہ گنگوہی، فاضل احمد بیہمی، مرزا غلام احمد قادیانی، دران کے پیروکار سرفہرست ہیں

بدعتیہ کی اور توہیدی کے سس صوفیان کات بدعتیہ مجدد امام احمد رضا کی پٹان جیسی

مستند شریعتی پوری علما، محققانہ اور جدیدانہ شان سے کیا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں

کی اکثریت سمیت ہمیشہ کے لئے بدعتیہ ہی درگمراہی سے محفوظ و مامون رہی۔ امام احمد رضا

مندر بہاں شفا، مدد کے ددیر سوم انتہائی جامع درمیان کتب رقم خرائض۔

(۱) معائنہ حیوانات کے بھیس بدل کر

(۲) دید حکیم کا بھیس بدل کر

(۳) گانے والے طائفے کا بھیس بدل کر

(۴) سادھوں کا بھیس بدل کر

مولانا سید قطب الدین برہنپوری اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر شرفی نے بھیس بدل کر نہ صرف مرتدین کو مشرف باسلام کیا بلکہ بہت سے ہندوؤں کو ملتہ جوئے اسلام کیا مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور دیرھ لکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا بھیس بدل کر اشاعت اسلام کی جو کوشش کی اس سے پچاس ہزار ہندو مسلمان ہوئے

مسلمان ہوتے کے بعد چونسد جاتی کی جاتی تھی اس کے چار حصے ہوتے تھے۔ ایک اسلام قبول کرنے والے کو دیا جاتا، دوسرا صدر دفتر تعینا جاتا تیسرا ریگاریوں میں محفوظ رکھا جاتا، اور چوتھے پر سرفرو مسلم کی جوتی لگا دی جاتی۔

بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السود الاعظم ص ۱۲۵

حضرت امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء مریدین اور معتقدین نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مریدوں، خلفاء اور تلامذہ کی طرح دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور مسلمانانِ ہند کی فطری اور باطنی اصلاح کے لئے اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر وقف کر دیا۔

ظاہری اور باطنی اصلاح کی تحریک

کم علم اور بے عمل لوگوں کی مذہبی پیشوائی سے شریعت کے ظاہری اور باطنی پیہوؤں میں سخت بگاڑ پیدا ہو گیا۔ لوگ شریعت کو طریقت سے لگ اور طریقت کو شریعت سے علیحدہ تصور کرنے لگے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افزوز نگاہیں اس دُنی اور بگاڑ کو دیکھو رہی تھیں چنانچہ آپ نے منصب تجدید احیائے دین کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مقام پر مسلمانانِ برصغیر کی پوری راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا :-

”شریعت اصل ہے اور طریقت اُس کی فروغ، شریعت مبنع ہے اور طریقت اُس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کُجبدنی شریعت سے محال و دشوار ہے، شریعت ہی پر طریقت کا دار و مدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محور و معیار ہے، شریعت ہی وہ رہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔ طریقت اس راہ کا روشن ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناممکن ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رو فرمائے گا وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے۔“ (فاضل بریلوی اور امور بدعت، نقادی مقال العفان)

امام احمد رضاؒ نے دو ٹوک الفاظ میں وضع فرمادیا کہ جو کوئی طریقت کو شریعت سے الگ سمجھے وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

آپؒ نے فرمایا :-

”طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ یہ اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سناپیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک بے جاتے ہیں اسی نازِ جہنم و عذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔“ (مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء)

آپؒ نے فرمایا :-

”شریعت مطہرہ ایک ربّانی نور کا فانوس ہے کہ دینی علم میں اس کے سوا کوئی

دشمنی نہیں اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں زیدت چاہئے، فرائض پانے کا تمام طہریت ہے
 امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ظاہری و باطنی اصلاح کے متعلق ارشاد فرماتے 'اول فلاح ظاہری
 حاشا اس سے وہ مرد نہیں کہ بڑے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمال جوارح پر
 مقفود ظاہر احکام شرع سے آراستہ و معاصی نہ ہوں، اسے منزہ کر لیا درستی و مصلحت بن
 گئے۔ اگرچہ باطن ریا و عجب و حسد و کینہ و تکبر و حب مدح و حب جاہ و محبت دنیا مطلب
 شہرت و تعظیم امراء و تحقیر مساکین و اتباع شہوات و مذہبیت، دین میں حسد، و کفران نعمتوں
 کی ناشکری، نعم و حرس و عجز و غلو، اصل امی رزوا، و سوئے ظن و عداوت حق و اصرار باطل و مکر و عذر و
 خیانت و غفلت و فسوت اصل کی سختی، و طمع و غلو، و اند کو محمول جانا، و اعتماد نطق و زبان خالق (خدا)
 کو بھٹوں جانا، و نیان موت و جبروت علی اللہ و نفاق و اتباع شیطان و بندگی نفس و رغبت بظہات
 رابطہ کی رغبت، و کراہت عمل و تقیت خشیت (ڈر کی کمی)، و جزع (بے صبری)، و عدم خشوع و خشوع
 کا نہ ہونا، و غضب نفس (نفس کے لئے ناراض ہونا، و تہل فی اللہ و غیر ما مہلکات آفات) ہلاک
 کرنے والی سقیت، سے گزرا ہوا ہو جیسے مزملہ پر نہ رفعت کا خیمہ اوپر تربیت اور اندر نجاست
 پھیر کیا یہ نجاست ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی۔ ص ۲۸

(نقاء اسلافۃ فی احکام البعیتہ و الاخلاص)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باطنی بیماریوں کی نشاندہی فرمائی جو ایک مرد مومن کی
 فلاح و نجات اور اعلیٰ صراح کردار کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ فلاح کی طرف
 امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

دل و بدن پر جتنے احکام، البیہ میں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی
 صغیرہ پر مقرر ہے۔ نفس کے خصال ذمیمہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل ہیں۔ ان پر کار بند نہ ہو۔ مثلاً
 دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہتھ کشادہ رکھے حسد ہے تو محسود کی بُرائی نہ چاہئے۔ علی نہ انقیاس
 کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد موخذہ نہیں بلکہ جہد عظیم ہے۔

(بیعت و خلافت ص ۴۹)

فلاح باطنی کی جانب امام رضائیوں راہنمائی اور تربیت فرماتے ہیں :-

”دوم فلاح باطنی کہ قلب و قہر کو ذراں سے منجلی اور فضائل سے منجلی کر کے بقایائے شکر خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ لا مقصود الا اللہ (کوئی مقصود نہیں سوائے اللہ کے) کا مشہور نام اللہ (کوئی نظر نہیں سوائے اللہ کے) پھر لا موجود الا اللہ (کوئی وجود نہیں سوائے اللہ کے) منجلی ہو۔ یعنی اور ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو پھر حق حقیقت جلوہ فرما کہ وجود ہی کے لئے ہے باقی سب غلط و بڑا، یہ فقہائے فلاح و فلاح احسان ہے۔“

(بیعت خلافت ص ۵۰)

امام احمد رضا نے اس باطل عقیدہ سے ہم بھی پوری ایمانی قوت سے محاسبہ کیا کہ کتاب در سنت رسول اللہ ”یہ عمل کے بغیر بھی وصول الی اللہ ممکن ہے۔“

”کپ نے اپنی بیعت و خلافت“ میں مرشد عام و خاص کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ

”بُشْد کی بھی دو اقسام ہیں۔ اول (مرشد عام کہ کلام اللہ در کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کلام ائمہ شریعت و طریقت و کلام علمائے دین اہل رشد و ہدایت ہے۔ اسی سلسلہ پر کہ عوام کا بادی کلام علماء و علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ و علیہ وسلم فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطنی اسے اس مرشد اکرام خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے بلاشبہ کاف ہے۔ مگر اور اس کی خیانت برباد و تباہ۔“

(بیعت و خلافت ص ۵۱)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت گرامی پیکر و اعلیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کا کامل نمونہ منجلی آپ نے علی، علی اور تحریکی انداز میں یہ صغیر کے اسلامی معاشرے سے اخلاق و روحانی گراؤ و انحطاط کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کو دیکھ کر پکارا اٹھے۔

مہناری شان میں جو کچھ کہوں س سے سوا تم ہو
قسم جامِ عرفان لے شاہِ احمد رضا تم ہو
عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شاہِ تقویٰ سے

کہوں کیوں نہ اتنی جب کہ خیر القیام ہو
 جلال و بیعت و روق انہم آپ سے ظہر
 عدو اللہ پر اک حریہ تیغ خدا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رموز قرآنی
 یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
 علوم مرتضیٰ خلق حسن عظیم حسینی ہیں
 عدیدہ اشریت نے زمین سے باخدا نہ ہو
 تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق کن فب عالم میں
 امام اہل سنت نائب غوث وری تم ہو
 عظیم خستہ اک ادنیٰ نگذاستے آستانے کا
 کرم فرمانے والے حال کے اس پر شہادت ہو

بدعات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ

دردغدامی میں کم علمی درجہات کی بنا پر بعض کے سماجی معاشرہ میں جو فرسودہ رسومات اور بدعات فروغ پائیں تھیں، ام احمد رضاؒ نے حضرت مجدد اعظم ثانی کی طرح ان کے خاتمہ و معاشرے کی اصلاح پر پوری توجہ دی۔ دور انگریزی میں مذہبی عقیدت درجہات کی بنا پر یوں بکڑی کی قبور کا حوالہ کرنا ان کے سامنے عقیدہ بھگن یا سجدہ کرنا، عرس کے مقدس موقع پر غیر شرعی افعال، محافل منعقد کرنا بری طرح رواج پا چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت، ام احمد رضاؒ نے ان تمام غیر شرعی و فتنوں روایت و رسومات کی بھرپور مخالفت کی اور مسلمانوں کو اس سے مکمل اجتناب کرنے کا درس دیا۔

سجدہ تعظیمی

سجدہ تعظیمی کے رد میں امام رضا رحمۃ اللہ علیہ نے الزبدۃ، الزکیۃ، تحریک سجدۃ الخیر کے نام سے ایک انتہائی مستند درجہات کتاب رقم فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

”مسلمان اے مسلمان! اے شریعت مصطفویٰ کے تابع فرمان جان اور یقین جان کر سجدہ حضرت عزت جل جلالہ کے سو کسی کے لئے نہیں اس کے بغیر کو سجدہ عبادت و یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیتہ حرام و گناہ کبیرہ بالمیقین اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول“

حد کوغ تک بھگن

سید المحققین، امام احمد رضاؒ فرماتے ہیں کہ:

”مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین پوننا حرام اور حد کوغ تک بھگن ممنوع منک متوسط علامہ رحمۃ اللہ علیہ، ام ابن الامام مسک متقطہ شرح واعلیٰ قاری ص ۲۴۳

ولا یس عند الزمارة ولا یقبلہ ولا یصلق ولا یطوف ولا یتبصر ولا یفسد لادمن نامہ ای کل واحد غیر متعسف

زیارت روضہ نور سید طہر نس لہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگانے نہ چومے نہ اس سے چمٹے نہ حوالہ کرے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔

آپ نے فرمایا :-

شرح باب میں ہے رہا مزار کو مسجد تو وہ حرم قطعی ہے تو جاہل زانروں کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ اسے باعمل کی پیروی کرے۔

مزار کو مسجد درکنہ کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبہ کی طرف ہو۔

خطبوی علی اللہ جلد اول ص ۱۸۳

”مقبے میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غائب کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے امام رضا علیہ الرحمۃ ایک دفعہ نبی حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لئے نیا کی گئی ہو اور وہاں قبر نہ ہو اور نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو تب بھی نماز مکروہ ہے۔“

حوالہ حبیبہ امام ابن میرالحاج قلعی و خرمایکرہ فی الصلوۃ رد المحتار جلد اول ص ۲۵۲

الزبدۃ زیر تحریم سجود النبی

”سجود فی ضلع بریلوی اور امور بدعت“

طواف اور بوسہ قبر کے بارے میں امام محققین حمید رضا علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم

باب النجاذہ میں فرماتے ہیں،

”تعظیم کی نیت سے مزار کا طواف ناجائز ہے کیونکہ باطواف خانہ خانہ کعبہ کے لئے مخصوص ہے۔ مزار کو بوسہ دینے سے بچنا چاہئے اسی میں تعظیم زیادہ ہے۔“

(ص ۸ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

احکام شریعت میں اہم فرماتے ہیں :-

”بلاشبہ غیر کعبہ منظرہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے درجہ منع ہے خصوصاً مزارات حبیبہ اولیاء دکر کہ ہمارے علماء نے تصریح ذہنی نہ کہ ظاہری چارہ تھنا صے سے کھڑا ہو یہی دہ ہے۔ پھر تفصیل چُننا کیونکہ منظور ہے؟ یہ وہ ہے جس کا حکم غوم کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ کل مقام مقال و کل مقال رجال و کل جہاں مجال و کل مجال منال، سال اللہ حسن ملال۔“

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۲۵۴ محبوبہ مکتبہ قفریہ)

فاؤی رضویہ میں آپ نے فرمایا کہ :-

بعض علماء ۱۲۰ برسہ قبر کی اجازت دیتے ہیں در بعض روایت میں نقل کرتے ہیں
کشف العطار میں ہے :-

در کفایتہ شجر ثمرے در تجویز بوسہ دن قبر والدین نقل کردہ گنتہ درین صورت لا باس
اسن و شیخ اہل ہم در شرح بردون در بعض شارح کردہ ہے تعرض بحر آن مگر جمہور علماء مکرر
جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔

حوالہ : فتویٰ رضویہ بعد چہارم باب حمل نورانی بنی النساء عن زیارۃ القبر ص ۱۸۰ ص ۱۸

قبر کا اونچا بنانا

آپ کے درجہ میں اور آج کل بھی کئی لوگوں کو قبروں کو اونچا اور خوبصورت بنانے
کا شوق ہے اس مسئلہ کے بارے میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
(قبر اونچا بنانا خلاف سنت ہے میرے والد ماجد میری والدہ ماجدہ میرے بھائی کی
قبر دیکھئے یہ بائست سے اونچی نہ ہوں گی۔

حصہ سوم ص ۱۰۲

فتیٰ ہندی کے بارے میں فتویٰ رضویہ میں آپ نے فرمایا :

’ایک بائست یہ کچھ زائد فی الدمخار لیسہ قدر بشرق محمود اختر راوا اکثر شب (۱)
زبادہ ہندی قاضی مکرر دے۔‘

علیہ میں بے تمس کر معذرت مزیدہ الفاظ حشہ وعدہ ہا سے نقبۃ لمہفۃ مقدار اوماؤفہ
قیل و مدمال !

حوالہ : فتویٰ رضویہ بعد چہارم رسالہ حمل نورانی بنی النساء عن زیارۃ القبر ص ۱۸

بزرگوں کے اعزاز پر بغیر شرعی فعال

بزرگوں کے اعزاز پر بغیر شرعی فعال کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ان افعال شنیعہ سے
بزرگوں کو تکلیف ہوتی ہے ویسے وجہ ہے کہ ان حضرات نے توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض

لاتے تھے وہ اب کہاں۔

(مذہب و خات امی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۹)

مزاروں کا مزارات پر جانا

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس بدعت اور گمراہی کی سخت مخالفت فرمائی آپ نے قرن و حدیث ورفیقہ کے سینکڑوں حوالوں سے بہت مسامحہ کی غور توں کو متنبہ فرمایا کہ مزاروں کا مزارات قبرستان میں جانا سخت ناجائز ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

غفیر میں ہے یہ نہ چھوڑو غور توں کو مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس غور پر کس قدر لعنت ہوئی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے جس وقت گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے دو خندہ اور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جیل عظیمہ قریب الوجبات ہے اور قرن غفیر نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے ولو اظلموا انفسہم جائز ان لا یستغفروا للہ واستغفروا لہم الرسول لوجداۃ توابا رحیما ہ اور جب وہ ہی جانوں پر ظلم کرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی پائیں اور رسول بھی ان کے لئے معافی مانگیں تو ضرور اللہ توبہ کرنے والا مہربان پائیں گے۔ خود حدیث میں ارشاد ہوا من زار قبری وحبت لہ شفاعتی جو میرے ارکیم کی زیارت کو حاضر ہو س کے لئے میری شفاعت واجب ہو سکتی۔ دوسری حدیث میں ہے من حج ومیزر فی فندجفانی جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا ہے شک اس نے مجھ پر جفا کیا۔ ایک توبہ ادا کرنے و جب دوسرے قبول توبہ تیسرے دولت شفاعت حاصل ہوتا۔ چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ بناتے بچپنا عظیم اہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری کمیزوں پر خاک بوسی آنتان عرش نشن ازم کردی۔ بخوف دیگر قبور و مزارات کے کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمال مضدہ موجود ہے۔ یزیدوں کی قبروں پر بے مہربانی کرے گی و یاد کے مزار میں تو بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں غلط جیسا کہ علوم و مشاہدہ ہے

اجنان کے لئے طریقہ اسلم احسن یہی ہے۔

پدر پادر منافع بے شمار است اگر خوبی سلامت برکات است

حصہ دوم ص ۱۲۵

حورہ - ملفوظات اعلیٰ حضرت بریوٹی - مطبوعہ مرینہ پبلیشنگ کراچی

احکام شریعت میں امام محمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-

عورتوں کو مزارات ادبیہ اور مقابر عوام مدفنوں پر جانے کی ممانعت ہے و یا اگر کم کم مزارات سے تشریف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بے ہودہ دیں محض بطل صحابہ مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تنوینہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناخانیوں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اس عذر و جل جلالہ تو فی درمطوق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر حورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احکام شریعت ص ۵۵، مطبوعہ مکتبہ فقیریہ راجور

قاوی رضویہ میں امام محمد رضا علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا :

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے کہ لعن اللہ زائرات القبور اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جن میں عورت مجاور بن کے بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بڑھت ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات اسے مردوں کے ساتھ تنہائی بھی ہوگی اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ علم۔

ایک اور رسول کے جواب میں آپ نے فرمایا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں عن لد زورات القبور اور قرأتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنت فہیتکم عن زبارة القبور الا فی زور دھا علماء کو اختلاف ہوا کہ کیا اس جانت کے بعد انہی میں عورت بھی داخل ہوئیں یا نہیں صحیح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق مگر جو ان میں منع ہیں جسے مساجد سے اور اگر تنجید مزین مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ اقول قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد مہمات تنجید مزین لازم نہ ہے و مزارات اوہی کرام پر حاضری پر حدیث الثاقین کا اندیشہ یا ترک دب یا ادب میں فراط نہ جائز تو سبیل حلق منع ہے بند غلبہ میں کراہت پر جزم

فرمایا۔ البتہ حاضری و خاک بوی آئین عرش نشان سرکارِ عظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عظمِ مندوبات
بلکہ قریب و جات ہے س سے نہ روکیں گے اور تعمیلِ ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
حوالہ :- (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم در رسالہ برہان المذاہم ص ۶۵)

مجدد امام احمد رضا نے عورتوں کے مزارات پر جانے کی مخالفت و ممانعت میں
ایک مستقل رسالہ رقم فرمایا جس کا نام حمل النور فی نبی النساء عن زیارۃ القبور رکھا، آپ کا یہ رسالہ
فتاویٰ رضویہ کی چوتھی جلد میں موجود ہے۔
آپ فرماتے ہیں :

مزاراتِ اولیاء دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا یا تنباغ غنیہ علامہ محقق ربیعہ
برگزینہ پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس حودن بے تمیزی رفق و مزابیر و سردیں جو آج کل جہال نے
اعراسِ جہنم میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت میں غوام و جل کو بھی پسند نہیں رکھتا۔

حوالہ :- فتاویٰ رضویہ جلد چہارم رسالہ حمل النور فی نبی النساء عن زیارۃ القبور ص ۱۶۶
اسی رسالہ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فقہی مشہور کتاب عینی کی جلد سوم کی ایک عبارت
کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عورت سر اپنا شرم کی چیز
ہے سب سے زیادہ عز و جل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے وہ جب باہر نکلے
شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن کھڑے
ہو کر شجریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام براہیم خفی تبعی است ذالسا دا امام اعظم
ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب ن خیر کے
زمانوں میں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں در کا ہے سے! حضور!
مساجد و شرکتِ جماعات سے حالانکہ دین تین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے تو کیا ان ازمہ
شر میں ان قبیل یا موموم فیوض کے جیلے سے عورتوں کو حجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کا ہے
کی زیارت قبول کی جائے گی! جو شرعاً مود نہیں اور خصوصاً ان میلوں پھیلوں میں جو خدا نارسوں
نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعتِ مطہرہ سے منافقت ہے۔ شرحِ مطہر

کافہ حد ہے کہ جب مسلمات پر سبب مفہود کو مقدم رکھتی ہے ص ۱۶۰

اعلیٰ حضرت سیدنا نقباء امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مزید اسناد فرمایا:

شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو ترجمہ: یعنی امام قاضی سے۔ مستند ہوا کہ عورت کا مفایر کو ناجائز ہے یا نہیں فرمایا یہی جگہ جو رد عدم حوزہ نہیں چھپنے یہ پتھو کہ اس عورت پر مکتی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبروں کی طرف جانے کا راہہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ شیطان اُسے گھیرتا ہے۔ جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو سنن فقہیہ ایک فاعل فاسقات کے بارے میں مقتدا مہلک عورتوں کے قبروں پر جانے سے حواص تھا۔ اس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں ہمیں فاسقات کی تکفیر سے عزن یہ تمام عبارت جن سے آپ نے استدلال فرمایا آپ کی نقیص مدعا میں نص ہے!

حوالہ: (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم) رد جملہ منور فی نبی النساء عن زیارة قبور ص ۳۰

المختصر خاتمہ انقباض حقیقین امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں حدیث در معتقد نفی نصوص سے یہ ثابت فرمایا کہ عورتوں کو مزارات و مقابر پر زیارت کے لئے جانا ہرگز ہرگز ناجائز اور حرام ہے۔

مسئلہ سماع (قوال)

برصغیر میں بزرگان دین نے جہاں اپنے مذہبی سردار کے ذریعے اسلام کا نور پھیلا دیا وہاں انہوں نے اسلامی تعلیمات کی درس و تدریس و تربیت کے لئے اس معاشرے کا مؤثر ترین ذریعہ بھی استعمال فرمایا۔ اس طرح برصغیر میں مشائخ چشت نے ہندوؤں کے مقابلے میں اسلام کی تبلیغ کے لئے سماع کا طریقہ اختیار فرمایا جو بعد میں قوالی کی شکل اختیار کر گیا جہاں تک کہ یہ سماع ساز و آواز کے ساتھ مصنفہ کی بانے لگا چو کہ سلام میں موسیقی حرام ہے اس لئے امام احمد رضا نے اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا فرماتے ہوئے اور اسلامی معاشرے کی اصلاح کرتے ہوئے ساز و آواز کے ساتھ ہونے والی قوالی کو حرام قرار دیا۔ حکام شریعت میں امام احمد رضا مزامیر کے ساتھ قوالی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

تخلی فلی جائز ہے ورمز میرحرم زیادہ غلاب منتان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب ہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد انوار شریف میں فرماتے ہیں مزار میرحرام است حضرت مخدوم شرف المصلیٰ مدین یحییٰ میزبان قدس سرہ نے مزار میر کوڑا کے ساتھ شمار کیا ہے کابرا ولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ حجر و شہرت پر نہ جاو جب تک میزبان شرع پر مصدق نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے چاہئے شرحیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی ہے کہ مخالفت شرع سطر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کہ ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذمت میں بحث نہ کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک اور موقع پر امام علیہ الرحمہ کے کسی نے دریافت کیا۔
کی یہ روایت فصیح ہے کہ حضرت محبوب ابی ریحی مدظلہ قبر شریف میں تنگے سر کھڑے ہوئے گانے و دہون پر بے لعل فرمایا ہے ہیں۔ تو آپ نے جو بارشاد فرمایا :
یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت خضوع کر لئے ہیں۔ تاہم وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت ہر گناہوں میں مزار میر بہت موسیقی بھی نہ تھے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیر بن سلسلہ قادریہ میں سے ہیں بابر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے ایک صاحب صالحین کے پاس آئے وہ کدو کی کہ مجلس میں تشریف لے چلے۔ حضرت سید ابراہیم یحییٰ نے فرمایا تم جانتے دانتے ہو۔ اچھا اقدس میں حاضر ہو۔ کہ حضرت ریحی ہوں تو بھی میں چتا ہوں انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھ حضور قبر شریف میں پہنچاں حاضر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : ابیں بد مختار وقت مار پریشان کر دو نہ وہ دوس آئے و قبل اس کے کہ حضرت ابراہیم یحییٰ سے عرض کریں انہوں نے فرمایا آپ نے دیکھا !

ملفوظات امام احمد رضا علیہ رحمۃ حصہ اول ص ۱۰۹

ایک صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا :
بغالی خدمت امام بن سنت مجدد دین مت معروض کہ آج ہیں جس وقت آپ سے
مفتوح ہو اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گئے بعد نماز مغرب کے ایک دوست میرے

نے نہ چلو ایک جگہ غرس ہے میں چٹائی ویاں جا کر کی دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دوسارنگی بج رہی ہیں اور چند قوس پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلعم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار سنا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ سناہ گار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں۔ درگرجائز ہے تو کس طرح۔

امام احمد رضا شاہ نے یہ جواب ارشاد فرمایا :

ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گناہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا بھی گناہ اس غرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے در قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑتے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر پانگناہ لگ در سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر پانگناہ لگ اور اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کے لئے اس گناہ کا سامان بھیجا اور قوالوں نے نہیں سُنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا۔ یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ غرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کہنا نہ بلانا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

حوالہ : (احکام شریعت ص ۸۱)

اس کے بعد مجدد اسلام امام احمد رضاؒ نے حدیث، نصوص فقہ و اقوال و دیگر سے ثابت فرمایا کہ قوالی کثرت و تواتر کے ساتھ کرنا یا کرنا حرام ہے کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے امام بے عمل اور جھوٹے صوفیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

بعض جہاں بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادی بدست کہ احادیث

صالح، مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف فقہے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب لڑاکا ہے پھر کہاں توں کہاں حکایت فعل، پھر کہاں محرم کجا صلح ہر طرح وہی واجب عمل، اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار کرتے۔ پھر یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور انرم بھی ڈالیں۔ اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، پھر اسی پر لب نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت۔ محبوبانِ خدا اکابر سلسلہ عالیہ، چشت قدست اسرار معمار کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب ابی سیدی و مروانی نظام الحق والدین سلطان دلیار ذوالنور اللہ شریف ہیں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است (مزامیر حرام ہے)۔

حوالہ: الاحکام شریعت ص ۸۲-۸۳ مطبوعہ مکتبہ فقیریہ۔

کسی پیر یا بزرگ سے عورتوں کی بے پردہ بیعت وغیرہ کے بارے میں امام احمد رضاؒ یہ سوال کیا گیا۔

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں۔

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں در حلقہ کے بیچ میں بزرگ

صاحب بیٹھتے ہیں۔ تو جیسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں، چھٹی کودتی ہیں،

اور من کی آواز مکان سے باہر دوسنائی دیتی ہے یا بیعت ہونا کیسا ہے؟

(ج) امام احمد رضاؒ نے رش دفرمایا: پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ صورت محض خلافِ شرح و خلافِ جابہ سے پیر سے بیعت نہ تھا ہے۔

(احکام شریعت حصہ اول ص ۱۰۹)

جمعراتیں اور چالیسویں

آپ کے دور میں بھی در آج بھی لوگ اپنے کسی عزیز رشتہ دار کی وفات کے بعد ہر جمعرات اور چالیس دن بعد بھالِ ثواب کے لئے ختمہ قرآن کا اہتمام ایک مہر پور دعوت کے ساتھ کرتے ہیں جہاں تک میت کو ابدالِ ثواب کرنے کا مسئلہ ہے تو یہ شریعت کے عین مطابق

کا بر ثواب ہے لیکن دعوت غیر شرعی ہے امام احمد رضاؒ نے ان غیر شرعی رسومات کی ادائیگی سے مسلمانوں کو مکمل طور پر اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اس سوال کے جواب میں کہ مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر غریب کو کھداتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ دعوت عام کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے کہ غنی کھائے کما فی فتح القدیر و مجمع السیرات۔

(احکام شریعت ص ۸۹ دوم ص ۸۹)

امام احمد رضاؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ،

اکثر شہداء ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز و ذمت سے س کے عزہ قارب واجب کی عورت اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کی جاتا ہے۔ پھر کچھ (عورتیں) دوسرے دن اکثر (عورتیں) تیسرے دن واپسی آتیں ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ س مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے، پان چھایاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک طرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر س وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکھواتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو ملعون و بدنام ہوتے ہیں۔ (یہ سب کچھ) شرعاً جائز ہے یا کیا؟

داعی سنت، حمی بدعت امام احمد رضاؒ نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا :
سبحان خدا! اے مسلمان یہ چھینتا ہے یا کیا؟ یوں پوچھو کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید کنہوں، سخت و شیعہ خرابیوں پر مشتمل ہے و لایہ دعوت خود جائز و بدعت شیعہ و قبیح ہے امام احمدؒ اپنی سند میں اور ابن ماجہ سنن میں یہ سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ سجستانی سے راوی۔
بمگر مردہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہوئے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیامت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حرمت پر متعدد حدیثیں ناواقف۔ مامحقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں عربی عبارت بھی درج ہے ترجمہ: ”اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع سے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شیعہ ہے“

بکرمہ القیافتہ من اہل الامیت لاینبہا شرعت فی سرور لانی الشہر وہی بدعتہ
 فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ سر اجیب، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزائنہ لمفقتین
 کتاب الکرامتینہ اور تاتارخانیہ میں فتاویٰ بلدیہ سے بالفہ فہ مفقاریہ ہے۔

(عربی میں عبارت درج ہے)

ترجمہ: علمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہونی ہے۔
 فتاویٰ قاضی خان کتاب عطل و لاہ جب میں ہے۔

(عربی میں عبارت بھی درج ہے)

ترجمہ: علمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ دنوں کے دن ہیں تو خوشی میں ہوتا ہے نہ کے
 لائق نہیں۔

تبعین الحقائق امام زلیعی میں ہے:

(عربی عبارت بھی درج ہے)

مصیبت کے لئے تین دن یہ میٹھے میں کوئی مشافعت نہیں جب کہ کسی مرموع کا ترکاب نہ
 کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے در میت والوں کی طرف سے کھانے کا
 امام بزاز ہی وجیز میں فرماتے ہیں

(عربی عبارت بھی درج ہے)

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے یا کرکے جاتے ہیں سب
 مکرمہ ممنوع ہیں۔

علامہ شامی در المختار میں فرماتے ہیں:

(عربی عبارت بھی درج ہے)

یعنی معراج الدراہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کر دیا ہے یہ سب ناموری
 اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے حذر کیا جائے۔

جامع الرموز آخر مکریتہ میں ہے:

یعنی تین دن کم تعزیت کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع

اور اس کا کھانا بھی منع ہے۔ جیسا کہ حیرانفاوی میں تصریح کی۔

کشف الغطاء میں ہے :

پس آنچہ متعارف شدہ از پنجتن اہل مہیبت طعام رادر سوم و قسمت نمودن
آن میان اہل تعزیت و قرآن نیز مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بدان در خزائن
شرعیات ضیافت نزد مسرورست نہ نزد مشرور۔

ثانیاً غالباً در شرع میں کوئی یتیم یا نابالغ بچہ ہوتا ہے یا بعض وراثتاً موجود نہیں ہوتے نہ
ن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتِیْمِ ظُلْمًا اِنَّهَا یَاکُلُوْنَ
فِیْ بَطْنِہُمْ قَارًا وَّ سِیْصِلُوْنَ مَعِیْرًا

مال غیر میں بے اذن (بے بغیر اجازت) تصرف کرنا خود ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تَاکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ حِیْنَکُمْ جُلِیَّا طَل . خصوصاً نابالغ کا مال ضائع
کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ ، نہ اس کے وصی کو لاں ولایتہ للنظر لا لمقرر
علی الغصوص . گمان میں کوئی یتیم ہو تو آفت سخت تر ہے۔ و بعیاذ باللہ النج۔

ثالثاً۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلا کر رونا پینا ، بناوٹ
سے منہ ڈھانکنا۔ الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع
کے لئے میت کے عزہ زروں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ و لا تَعَاوِذُ عَلٰی الْاَنۡہِ وَالْعَدُوۡنَ . نہ کہ اہل میت کا ہتھام کرنا
کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

رابعاً۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے
بہار تک کہ میت واسے بے چارے اپنے علم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں اس
سمہ کے کھانا ، پانی ، چھالہ کہاں سے لائیں ، اور بار بار قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے ، ایسا تکلف
شرح کو کسی امر مباح کے لئے بھی زہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے پھر اس کے

باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ اگر قرض سودی مالتو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لغت
اسی سے پورا حصہ ملا۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشنے سے قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے
دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بے ہودہ کا لحاظ نہ کریں۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۳)

اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت
کے لئے اناکھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں ورنہ اصرار نہیں کھائیں مگر یہ کھانا
صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لئے بھیجنے کا حکم نہیں اور ان کے
لئے بھی فقط روز اقل کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف لغت میں ہے۔

مستحب است خویش و ہمسایہ ہائے ست میت را کہ طعام کنند طعام برابر لئے اہل
دے کر میر کندی ایشاں ایک شبانہ روز و الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت این طعام
را مشہور آں ست کہ مکہ وہ است۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۳)

غرض کہ امام محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام غیر شرعی رسومات و فرسودہ
روایات کے بارے میں قرآن و سنت کا فیصلہ دیتے ہوئے ان پر کاری ضرب لگائی تاکہ مسلمانان
ہند اعتقادی اور عملی طور پر بدعتیہ کی بجائے علی اور لغویات سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس فرسودہ رسم کے بارے میں امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کے صفحات نمبر

۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۹، ۱۸۰، ۱۹۳، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳ پر بحث تائید فرمائی ہے۔

مغربی تہذیب و تمدن کی خلاف امام احمد رضا کا فکری جہاد

انگریزی تسلط سے برصغیر کے اسلامی معاشرے کی تہذیب و ثقافت جس طرح مجروح ہوئی ہمارا معاشرہ آج بھی اس کا گودہ ہے۔ ہمارا نوجوان بٹ سے بے کرسوٹ تک ڈسکو کا کامل نمونہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا۔ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب عوام، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھرسے تو گناہ گار عذاب مستحق، والعیاذ باللہ العزیز العفار۔

(امام احمد رضا، معنایا انبویہ فی الفتاویٰ رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ نائل پور ص ۴۴۲)

(بحوالہ گناہ بے گناہی، پرو فیسر محمد مسعود احمد ص ۱۸)

اپنی ایک شہرہ آفاق کتاب الحجۃ المونمنہ فی آیت الممتحنہ ص ۹۳ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے منہ مایا:

انگریزی ورے سود تصنیع اوقات تعلیمین جس سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا صرف اس لئے رکھی گئی ہے کہ لوہے کے این دال مہلات میں مشغول ہو کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو وہ یہ نہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔

(حوالہ گناہ بے گناہی، پرو فیسر محمد مسعود احمد ص ۱۸)

مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

بیکر ٹری جنرل آل پاکستان ایجوکیشن کانفرنس سید عارف علی بریلوی کہتے ہیں کہ:

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ مرتبہ پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی علوم سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء ہفتم کے خطاب و خطبہ کو حاصل کرتے ان کو یا ان کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مفسر عظیم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والایں ریاست، در احکام وقت سے بھی قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔

(اخبار جنگ کراچی شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۷۷، کالم ۵، سوال گناہ بے گناہی ص ۲۰)
پروفیسر محمد مسعود احمد گناہ بے گناہی میں لکھتے ہیں :

امام احمد رضاؒ نے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے فکار و خیارات میں مداخلت و قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا بلکہ بروقت ان کا تعاقب کیا چنانچہ ایک عیسائی پادری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ زچہ کے پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ لڑکا ہے یا لڑکی حاکم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے یہ سربتہ نہ معلوم ہو جاتا ہے۔ پادری مذکورہ کا یہ اعتراض ۱۸۹۷ء میں قاضی عبد وحید نے ایک استفتا کی صورت میں پٹنہ سے ارسال کیا اور جواب کے لئے تعین کی درخواست کی کہ پادری کی باتوں سے ایک مسلمان کے ایمان میں شک و شبہ پیدا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے امام احمد رضاؒ نے اس استفتا کے جواب میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

لصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم، مارچ ۱۸۹۷ء

اس رسالہ میں امام احمد رضاؒ نے مسئلے کے ہر پہلو پر بڑی شافی بحث فرمائی ہے اور قاطعہ دلائل پیش کئے ہیں اور آخر میں عیسائیوں کے بے سرو پا عقائد پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

سبحن اللہ۔۔۔ کہاں رب السموات والارض۔۔۔ عام الغیب والشہادہ
سبحانہ وتعالیٰ۔۔۔ اور کہاں کوئی بے تمیز۔۔۔ لول کا، بیوٹی، ہنپٹہ

ناپاک، ناشائستہ، کھڑے ہو کر مونہنے والے ہیں کہ زکہ بریدی و باکہ پیوستی ؟

خدا را انصاف۔۔۔ وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم کی کودن، ایک
دو تین میں فرق نہ جانتیں۔۔۔ ایک خدا کے تین مانیں۔۔۔ پھر تین کو ایک ہی جانیں
بے مثل، بے کفو کے سے جو رہتا میں، بیٹا ٹھہرائیں۔۔۔ اس کی پاک بندی۔۔۔

سکھری سواری، پاکیزہ بتوں پر ایک بڑھئی کی جو روہونے کی تہمت لگائیں
پھر خداوند کی حیات، خداوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہوئے دوسرے کا گائیں
خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سونے دوئیں۔ ادھر آپ اس

کے خون کے پیاسے، یونیوں کے مجھو کے، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر، دکہ دکہ چائیں۔۔۔۔۔
 شراب ناپاک کو اس پاک معصوم، ادھر موت کے بعد کفارے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم
 بھجوئیں، یعنی کہیں ملعون بنائیں۔۔۔۔۔ اے سبحان اللہ۔۔۔۔۔ اچھا خدا چسے سولی دی
 جائے۔۔۔۔۔ عجب خدا چسے دوزخ جلائے۔۔۔۔۔ طرفہ خدا، جس پر لعنت آئے
 جو بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے۔۔۔۔۔ اے سبحان اللہ۔۔۔۔۔ باپ کی خدی اور
 بیٹے کی سولی۔۔۔۔۔ باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولیٰ؟۔۔۔۔۔ باپ کے جہنم کو بیٹے
 سے لاگ۔۔۔۔۔ سرکشوں کی چٹائی، بے گناہ پر آگ۔۔۔۔۔ اُمتی ناجی۔۔۔۔۔
 رسول ملعون۔۔۔۔۔ معبود پر لعنت۔۔۔۔۔ بندے ماموں۔۔۔۔۔ تفت تفت
 وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چریں۔۔۔۔۔ اس کے گوشت پر دانت رکھیں۔۔۔۔۔
 اُف اُف۔۔۔۔۔ وہ گندے جو انبیاء و رسل پر دہ الزام لگائیں کہ جھنگی چمار بھی جن سے
 گھن کھائیں۔۔۔۔۔ سخت نمش، بے ہودہ کلام گڑبیس اور کلام الہی مٹھڑا کر پڑھیں
 زہ زہ بندگی۔۔۔۔۔ خضرہ تعظیم!۔۔۔۔۔ قہر تعظیم۔۔۔۔۔ پھر آگے
 چل کر لکھتے ہیں۔۔۔

اللہ اللہ۔۔۔۔۔ یہ قوم۔۔۔۔۔ یہ قوم!۔۔۔۔۔ سراسر روم۔۔۔۔۔
 لوگ۔۔۔۔۔ جنہیں عقل سے لاگ نہیں، جنہیں جنوں کا روگ۔۔۔۔۔ یہ اس قابل ہے
 کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی بغویات پر کان دھریں؟
 اِنَّ لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (المعصام علی مشکک فی سبۃ علوم الارحام)
 (حوالہ گناہ بے گناہ بے گناہی پروفیسر مسعود احمد ۲۸-۲۹-۳۰)

امام احمد رضاؒ نے نصرانی تعلیمات اور تہذیب و تمدن کے خلاف صرف قلمی جہاد
 ہی نہیں فرمایا بلکہ آپؒ نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی ایسی جماعت تیار کی جس نے
 قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر نہ صرف نصرانیت بلکہ شدھی و سنگٹھائیں جیسی تحریکیں کا تعلق
 کر کے سینکڑوں مرتدوں کو پھر سے دین اسلام سے وابستہ کر دیا۔
 دورِ حاضر کے مشہور مورخ و محقق پروفیسر مسعود کھٹنہ ہیں کہ ۹۲۳ میں تحریک شد

میں جس میں سوامی شہر و صا ند پنڈت کالی چرن، پنڈت رام چندرا، دھرم بھکشو سکھوی وغیرہ
 نے بھرپور حصہ لیا۔ اس کے مقابلے کے سٹے بریلی سے جماعت رضا کے مسطفیٰ میدانِ عمل
 میں آئی۔ اس کے بعد جماعت اشرفیہ حلقہ اشاعت الحق اور انجمن خدام صوفیہ صدر الفاضل
 (علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ) و زناج العلماء (مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ)
 کے شیخ طریقت حضرت شاہ علی حسین اشرفی تھے باوجود کبرتنی تحریک شدہ کی کاپڑی قوت
 سے مقابلہ کیا۔ براہِ راست تبلیغ کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقے بھی اختیار کئے گئے۔



امام احمد رضا کے سیاسی نظریات

حضرت امام احمد رضا کا سیاسی تدبیر و تفکر اور دو قومی نظریہ

میاؤں طور پر حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شخصیت سیاسی نہ تھی، لیکن جس وقت بھی مشہد کینہ مند کے کامرے لیس کانگریسی مسلمانوں نے بعض سیاسی مفادات کی خاطر عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے مسلمانان برصغیر کو دن کی آڑ میں گمراہی و تباہی کی طرف سے جانے کی کوشش کی، امام احمد رضاؒ نے قرن و مدت کے عطا کردہ سیاسی تدبیر و تشہد سے مسلمانان برصغیر کی راہنمائی فرمائی۔

حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی افکار کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار

ہوتی ہے کہ آپ کسی بھی معاملے میں وقتی مصلحت اندیشی یا جزوی مفاد پرستی کے سراب کا شکار نہ ہونے بلکہ ہر مسئلے اور ہر معاملے کو توازن و مسامحہ کی سیاسی و معاشق زندگی سے متعلق مویا اس کا واسطہ مسلمانوں کے معاشی حالات سے ہو۔

حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مسئلہ اور ہر معاملے کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر کھرا اور کھوٹا انک کر دکھایا اور اس حقیقت میں تو یہیں رک و رک کی کون گنجائش نہیں ہوتی جا بیٹے کہ ہمارے اجتماعی اور انفرادی مسئلے ہوں یا ہماری سیاسی آزادی یا مدنی استحکام کا مسئلہ ان تمام مشکلات و مسائل کے حل کی بنیاد کلام خدا جل جلالہ اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت امام احمد رضاؒ نے سیاست ہند میں اسی حق کی پیروی کی اور اسی نور کی روشنی سے مسلمانان ہند کے سیاسی، مدنی اور تمدنی انکار کو تباہ و درخشاں کیا۔
پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں کہ :-

حضرت امام رضاؒ جوئی کے سیاسی انکار کو سمجھنے کے لئے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف

کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

- (۱) انفس الفکر فی قرآن البقر
- (۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام
- (۳) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح
- (۴) دوام العیش فی لائمۃ من قریش
- (۵) الحجۃ المہومۃ فی اثبتہ الممتنعہ
- (۶) نظری امداری لمخوات عبہ الباری

تقسیم بنگال

انڈین نیشنل کانگریس جو کہ ہندو کی ایک نمائندہ جماعت تھی اس کی بنیاد ایک انگریز مسٹر ایلین کسٹون بیوم نے دسمبر ۱۸۸۵ء میں رکھی، ۱۸۸۵ء سے لیکر ۱۹۰۵ء تک پاک و ہند کی اجتماعی

سیاسی صورت حال میں کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حکومت نے انتظامی سہولت کے لئے بنگال کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ نئے صوبے کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا گیا اس صوبے سے مسلمان بنگال کی سیاسی اور اقتصادی حالت میں مثبت تبدیلی پیدا ہوئی جبکہ ہندو کے لئے یہ تبدیلی کسی بھی صورت میں قابل قبول نہ تھی۔ مبینہ دلوں نے جسٹس گلڈر کے ہندو عدو سے سرسید خانہ سبزی کی نیابت میں اس تقسیم کے خلاف زبردست تحریک چلائی بنگال میں ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ وہ سال تقسیم بنگال کی تاریخ کو یوم سیاہ مناتے۔

مسلم لیگ کا قیام

۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شہر دہلی نے کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے مسئلے کے حل کے لئے ہند میں ایک مسلم سیاسی جماعت کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ڈھاکہ میں منعقد محفل ایجوکیشنل کانفرنس کے اختتام پر نواب دتی رائے ملک کی صدارت میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈھاکہ کے نواب سیم اسد خان نے سیاسی تنظیم کے لئے مسلم لیگ کے نام سے قرارداد پیش کی۔ حکیم اجل خان رومی، اور مولانا ظفر علی خان رالہ پور کی صحت سے یہ قرارداد منظور ہوئی اور برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ قائم ہو گئی۔

تیسخ تقسیم بنگال

پھر ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۱ء تک برصغیر کی سیاسی فضا پر تقریباً بیرونی رہا۔ ۱۹۰۶ء میں تقسیم بنگال کے خلاف ہندوؤں کی اجتماعی تحریک و پشت گردی اور ہنگامہ خیزی کے باوجود سرور پٹا راجہ نے کشاہ برمانیہ نے اچانک اور قسطنطنیہ طور پر تقسیم بنگال کی تسخیر و طعن کر دیا ۱۹۱۳ء میں مسجد کاپور کا سانحہ پیش آیا ۱۹۱۶ء میں میناٹا کھنڈ کا سانحہ طے پایا جس میں ہندوؤں کی سیاسی حمایت کا اثر نے پہلی اور آخری مرتبہ مسلمانوں کے لئے حد امکان انتخاب کے اصول کو تقسیم کیا۔ ۱۹۱۶ء میں برطانوی حکومت نے ہند میں نام نہاد آئینی اصلاحات کیں اور ۱۹۱۷ء میں کوچیا نوہ پور اور سرکار افسانہ واقعہ طور پر ہوا۔

سلطنت عثمانیہ کی اجتماعی صورت حال

سنہ ۱۸۳۱ء میں اٹلی نے استعماریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلطنت عثمانیہ کے علاقے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر جب عثمانی فوجوں نے اٹلی کی جارحیت کو روکنے کے لئے مصر سے سزنا چاہا تو برطانوی حکومت نے منافقانہ چال چیتے ہوئے عثمانی فوجوں کو مصر سے نہ گزرنے دیا۔ بیچتا اٹلی کی جارحیت کا مبادی ہوئی اور طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت میں عثمانی ریا ستوں نے دیگر قانون اور برطانیہ کے شہ پر ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ یقینی فوجیں یورپی قسطنطنیہ کے قریب پہنچ گئیں اور انہوں نے ترکی کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ برطانیہ نے شروع میں غیر جانبداری کا ڈھونگ رچایا لیکن حقیقت میں وہ عثمانی ریا ستوں کے ساتھ تھیں۔ اور بعد میں برطانیہ نے ترکی کو کمزور یا کمزور عثمانی فوجوں کی حمایت کا کھل کر ملان کیا۔ برطانیہ کے اس کردار پر مسلمان ہندوستان میں بے حد غصہ اٹھ گیا۔ انہوں نے اٹلی کے سال کا ایک سالہ اور سلطنت عثمانیہ کی حمایت میں جگہ جگہ جیسے اردھوں کا لے۔

جنگ بلقان ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۳ء تک ختم ہوئی۔ ۲۸ جولائی ۱۹۱۳ء کو پہلی جنگ خیمہ شروع ہوئی۔ ۲۸ اگست ۱۹۱۳ء کو دولت عثمانیہ نے جرمنی کے ساتھ میثاق اتحاد پر دستخط کیے اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو دولت عثمانیہ جرمنی اور آسٹریا کی حلیف بن کر جنگ میں شامل ہو گئی۔

پہلی جنگ کا معرکہ

۱۸ جولائی ۱۹۱۵ء کو اتحادی فوج نے جہازوں پر سے جارجانہ حملے کا آغاز کیا جسے پسپا کر دیا گیا۔ اسی کے بعد اتحادی فوجوں نے بری حملہ کے لئے آرمی مرونی اور سہابہ کے قریب فوجیں اتار دیں شروع کیں ۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء کے مقابلہ پر ۹ ڈویژن کے کمانڈر مصطفیٰ کمال پاشا نے اتحادی فوجوں کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا۔ یہ آخر ایک حویل لڑائی کے بعد اتحادی

وہیں ۹ دسمبر ۱۹۱۵ء کو گیلی پولی سے یوس ہو کر واپس چلی گئیں۔ ص ۲۵

اس محاذ کے بعد برطانوی فوجیں اردن اور شام کے علاقوں پر حملہ آور ہوئیں وہاں علی گزری کے باعث عثمانی فوجیں اکثر مقامات پر ٹوٹ کر مقتبلہ یا کسی جس کے منہ میں بر۔ رت فوجوں نے نسطیس اور شام پر قبضہ کر لیا۔ عثمانی فوجیں وسائل کی کمی کے باوجود دریاں تک جرات دہبادری سے برطانوی افواج اور برطانیہ کے حلیف عربوں کے خلاف جبراً آزمایا۔ اب صورت حال نازک موقی جاری تھی اور جنگ بندی کی ضرورت تھی۔ ۳۰ ستمبر کو ترکی حکومت نے اپنی فوجوں کو جنگ بندی کے س عہد نامے کی شرائط سے نگاہ کیا جس پر اس نے بہ مقام موندروس دستخط کئے تھے۔

سپہ سالار مصطفیٰ کمال پاشا اور شرائط صلح

۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو مصطفیٰ کمال پاشا نے دسر تارور پر عظیم عزت پاشا کے نام بھیجا، جو سپہ سالار اعظم کے چیف آف سٹاف کا منصب سنبھالے ہوئے تھے تاہم انہوں نے عرض کیا۔

دعا باز دشمنوں کی تجویز اور ان کے طرز عمل کو تسلیم کرنے کے جوابدہم جاری کئے گئے ہیں میں عہد نامہ کی تعمیل سے قاصر ہوں صلح نامے کی شرائط میں جو رعایتیں فتح مند حریفوں کے لئے رکھی گئیں ہیں۔ ان سے زیادہ رعایتیں جہاں تک کہ آپ بہ حکم دے رہے ہیں کہ ہم حریفوں کے مطالبات من وعن قبول تسلیم کریں بیعت آف جنرل سٹاف کے احکام کی تعمیل کرنا میرا فرض منصبی ہے لیکن میں ان باتوں کو گوارا نہیں کر سکتا لہذا مجھے میرے موجودہ منصب سے سبکدوش کر دیا جائے۔ ص ۴۱

ایک اور مقام پر مصطفیٰ کمال پاشا نے کہا یہ صلح نامہ جس کی تمام دفعات کو تسلیم کر کے دستخط ٹھونک دیئے گئے ہیں۔ دولت تانیہ کے دھور درمفات کا تختہ کرنے سے ناظر ہیں۔ ص ۴۱

مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم

۳۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو مصطفیٰ کمال نے وزیر اعظم کو ان نظرات کی طرف متوجہ کیا۔ جو ترکی پر چاروں

طرف مندر لا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی فوج کو تباہیت بھی کی کہ جنگ بندی کی شرائط پر عمل کریں، تاہم اس جہدہ اس بات پر برابر زور دیتے رہے کہ اسکندریہ اور انطاکیہ کے علاقے جو موجودہ ترکیہ کے صوبہ خطائی میں شامل ہیں خالص ترکی کے علاقے ہیں اور انہیں شام کے ملک میں شامل نہیں کیا جاسکتا لہذا جب شامی سرحدوں کی حدود پر بحث کی جائے تو حیثیت مت ملحوظ رکھی جائے کہ دونوں علاقے سرگزنا مٹے متعلق نہیں بلکہ خالص ترکی میں انہیں کسی ایک شام کا حصہ تصور نہیں کیا جاسکتا صلح نامہ مندوس کی دفعہ ۱۶ کے موجب وہ تمام ترکی فوجیں جو شام کی حدود میں جاز، شام اور یس میں موجود ہیں قبیلہ اتحادی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی پابند تھیں۔ صفحہ ۱۴

ماریسی اور پرشردگی

۱۷ اپریل کو ۱۹۱۹ء کو مصطفیٰ کمال نمبر ۲۲ کے نیکٹر مفر کر دیئے گئے۔ اس کے بعد سلطان وجہ الدین اور ان کی حکومت کے ارکان نے مصطفیٰ کمال کو انگریز بھینے کا حکم صادر کیا۔ روایت سے یہی رات کو سلطان کے واما وزیر اعظم فرید پاشا نے مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنی رہائش پر مشائیہ دیا

کہانے کے بعد انہوں نے نامولوبہ کا نقشہ نکالا اور مصطفیٰ کمال پاشا کی الیکٹری کے علاقے برائے کے اختیارات پر بحث کرتے ہوئے اس بات پر حجت میں وزیر اعظم نے ان شکوک و شبہات کو اظہار کر ہی دیا جو انہیں مصطفیٰ کمال پاشا کے مقاصد کے متعلق تھے

واما فرید پاشا کی مشائیہ والی رات دعوت کے دن یعنی ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو ہونا ہوا نے بیہر پر قبضہ کر لیا جب مصطفیٰ کمال جانے سے پہلے وزیروں سے دوائی ملاقات کے لئے باب عالی میں گئے تو دیکھا کہ سب کے سب ماریوس میں، جب انہوں نے مصطفیٰ کمال کو زینے کے اوپر دیکھا تو بہت کھرمندی سے پوچھا، ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ مصطفیٰ کمال نے آخری مرتبہ مختصر الفاظ میں انہیں یہ بات کی کہ بہت سے کام لیجئے

اگلے دن یعنی جہد ۱۶ مئی کو مصطفیٰ کمال آخری جہد واسے جلوس رستاق میں شریک ہوئے سلطان

دہلویوں نے انہیں تہمت باریابی بخشت۔ اس دور سلطان بہت افسردہ و دلگیر تھا، اس نے جنگی جہازوں کی ہر تاش و تارہ کر کے جو آبنائے باسفورس میں نکلانا شروع کیا۔ اور جن کی توپوں کے دھانے نقصان پہنچا ہی کی طرف متوجہ ہوئے۔

جو صورت حال ہے وہ تم بھی دیکھ رہے ہو مجھے کچھ نہیں سمجھتا کہ قوم کو تباہی سے بچانے کا کیا طریقہ ہے پھر سلطان نے اپنے ہاتھ بندھ کئے اور کہا
”کاشکے کے ہماری قوم پر ہوشمندی اختیار کرے کاشکے ہی خطرات کر سکے اور ہمیں بھی اس
انہ و نہاک حالت سے نکلے“

مصطفیٰ کمال کی رائے

دورِ شہنشاہی و امنیہ کو صامیوں کی بندرگاہ برائے تیر بندرگاہ اناطولیہ کے علاقے میں تھی وہاں اپنی عظیم الشان نظریہ میں انہوں نے ان جذبات کو بہت تفصیل بیان کیا جو اس وقت انکے سینے میں موجزن تھے۔
”جنگِ عظیم میں ترکیہ نے جن ملکوں کے ساتھ اتحاد کیا تھا وہ شکست کھا چکے تھے جنگِ ہندی کے عہد نامے کا تہلیل نہایت سخت تھیں چنانچہ ترکی فوج پر شرط سے دوڑ پڑا تھا۔ جنگِ عظیم کے صبرِ آرماتول سل سل میں گزر رہے تھے کہ قریب نگر کر جو رہ گئی تھی اور انداز میں مبتلا تھی جن راہنماؤں نے ملک کو جنگ کی آگ میں ہونے دیا وہ اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے ملکوں میں چلے گئے تھے عبداللہ بن جوشن پور فرد تھے نہایت دلائل سے ایسی مذہب میں سپین و سب تھے جن سے دو ابی زندگی اور نہایت سلطنت محفوظ رکھ سکیں کامیابی پر سلطان کے مہنوی رداد و فریدیات کا تصرف تھا۔ بھو بھو کے فریٹ اور فارس سے عاری تھا بہ بزدل کامیہ سلطان کے چشمِ آبد کے اثر سے برجستہ تھا اور اس کے وزیر اپنی جانیں اور سلطان کی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے ہرزات کو قتل کرنے کے لئے تیار تھے فوج سے ہتھیار اور گولہ بارود یا چاچہ کا تھا۔ اگر کچھ باقی رہا تھا تو وہ بھی جھینا جا رہا تھا۔“

قیمتِ دستاویزی ملکوں نے طے کر لیا تھا کہ جنگ کی شرائط کا یہ ہونا چنداں ضروری

نہیں۔ انکو دی فوجیں اور بیڑے مختلف بہانوں کی راہیں استغول پر چھٹے ہوئے تھے۔ اردو
مرعش اور عین ناب کے صوبوں پہ ہر سائید کا آواز ہر ذرا السیوں کا فصد تھا۔ انطاکیہ اور تونیہ میں اطالوی
سپاہی اور مزلیغون اور سامسون میں برطانوی فوجیں موجود تھیں۔ عجم کی افسر، عہدہ دار اور ان کے
کھانٹے ہر جگہ دندار پے تھے آخر میں یہ تڑشاہ اکبر سے روانہ ہونے سے چار روز پہلے دہلی
۱۹۱۹ء کو یونانی فوج رہبر کے ساحل پر آ کر ان کی کبوتری قادی حاکموں نے نہیں ان کی اجازت
دے دی تھی۔

ان سب فکروں پر غور کیا کہ ملک کی میدان باہر برصغیر خفیہ بقا باغیہ طور پر اپنی سرگرمیوں
میں مصروف تھی یہ لوگ جو بہتے تھے کبھی ہلکی ٹکن ہو سکے اپنے حریفوں کی اس اور ترکی سلطنت کو
بلیا بیٹ کر دیں۔ عہدہ

ملک کو یہاں کے لئے جو تہ سیریں تجویز کی گئیں تھیں، ان نے ان پر غور بحث و تھیس
کی اور پھر وہ جس فیصلے پر پہنچے نہیں ان الفاظ میں بیان کیا۔

مجھے ان تمام تجویزوں میں کوئی معقولیت نظر نہیں آتی جس دلائل بران لوگوں کو اعتماد تھا۔
وہ سب کے سب بے بنیاد تھے حقیقت یہ تھی کہ اس وقت ترکی سلطنت کی میادوں بل بے تھیں اور اب
وہ اب سے بگڑ رہی، اس کے تمام مقبوضات اٹھائے ہوئے تھے۔ ترک بٹ چکے تھے۔ اردو کی عزت
کا بھڑا اس سے باقی تھا جس میں ترکوں نے پناہ لی تھی لیکن حریت اس بچے کے سوتے کو بھی آبی ہیں
بانٹ لین چاہتے تھے۔ ترکی سلطنت آزاد حکومت سلطان، تنبیہ، انتظام سلطنت سب
کے سب اصل الفاظ تھے ان کا مذکور ورمی بچہ نہ تھا۔

سوائے یہ کہ کس دوسروں کی حفاظت کی جائے؟ اور یہ حفاظت کس کی امداد سے کی جائے؟
ان حالت میں صحیح فیصلہ کیا تھا موجودہ حالات میں صحیح فیصلہ یہی تو لگتا ہے کہ ایک نئی ترکی
سلطنت قائم کی جائے جو متحدہ مطلق ہو، غیر منتشر و نا طور پر آزاد اور جس کی میادوں کو ہر مہر پر
بہ خاص سلطنت عثمانیہ کے اندر رنی اور بیرونی حالات کا ایک جائزہ ان تاریخی حقائق سے
برہات اصل وضع سوجاں ہے کہ برطانیہ، آرمی، فرانس، ہولند اور روس جیسی سامان فوجوں نے
سنہ اور پھر بل بگڑا عظیم سے لے کر سب سے ایک سلطنت عثمانیہ کو تباہ کر دیا۔

عثمانیہ کی اندرونی صورت حال میں جو کمزوریاں تھیں ان میں رسائل کی کمی سبب پیشقدم کی غریب، شریف ملک اور دیگر عربوں کی سلطنت عثمانیہ سے غداری اور آفریزی سامراج سے وفاداری کمزور حکومت اور نااہل سلطان پر سب کچھ شامل تھا۔

ہند میں تحریک خلافت

برصغیر کے مسلمانوں کو چونکہ خلافت و سلطنت عثمانیہ سے قلبی وابہ اور اسلامی رشتہ تھا اس لئے وہ یہ صورت حال برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ لہذا خلافت کمیٹی قائم کی گئی اور اس کی پہلی اجلاس ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں منعقد ہوا جس میں مسٹر گاندھی نے علامہ گاندھیس کے کچھ اراکین سے بھی شرکت کی۔ خلافت کمیٹی نے جو اہم مقصد تجویز کئے۔ وہ درج ذیل تھے۔

۱۔ خلافت عثمانیہ قائم رکھی جائے۔

۲۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات مسلمانوں کی حفاظت میں رہیں۔

۳۔ ترکوں کی سلطنت کی حدود وہی چھینے جنہیں جو جنگ سے پہلے تھیں۔

اگر سلطنت کی بیان کردہ اندرونی اور بیرونی صورت حال کا بغور مطالعہ کیا جائے تو خلافت کمیٹی کے مقاصد کی قبیل انتہائی منطقی نظر آتی ہے۔ عربوں کی کس جوتہ ہے کہ خلافت لیبالی کے سرکردہ رہنماؤں کو دوست عثمان کے اندر رقی حالات کا خاطر خواہ علم نہ تھا یا ان میں اتنی سیاسی بصیرت نہ تھی کہ وہ ان حالات کو بعد پیکس جو مصطفیٰ محمد کی بنیاد پر جمہور خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور ایک نئی جمہوری حکومت کا پیشینہ ثابت ہو رہے تھے۔ رازدار، غور و خفا، بہ نسبت برصغیر میں تحریک خلافت کا قیام اس علاقے کی مسلم برادری کا خلافت سے قلبی اور جذباتی لگاؤ کا اظہار تھا۔

تحریک ترک موالات

تحریک خلافت نے کیا سبب ہند میں اس دولت عثمانیہ کی ترک صورت حال کو جب ہندوؤں کے کہنے پر خلافت کے رہنماؤں نے اس کے خلاف باغیہ کی تحریک چلائی ہندوستان

اس تحریک میں غیر مشرود طور پر شامل ہو کر مسلمانوں پر احسان بنانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔

ایک طرف تو مشرورہ بھی ہندو مسلم اتحاد کی اس تحریک کا قائد بن کر اگلے پیر سے اپنی سیاسی قوت منوانا چاہتا تھا تو دوسری طرف پیٹنٹ مالویہ انگریزوں کو یہ دور کرنے میں کوئی موقع نہ ملنے نہ کر کے مسلمان خدفت کی حمایت میں اس کے خلاف ایڑا کھینچ رہے تھے۔ یہ لہذا انہیں اس تحریک کا کامیابی کی سزا ضرور ملنے چاہیئے۔

قیصر اور عرب سے بڑا الفضل ان یہ ہوا کہ مسند قومیت کی فکر نے زور پکڑا اس نازک مرحلہ پر امام احمد رضا کی قرآن وحدیث میں ڈوبی ہوئی سیاسی فکر نے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی یہ نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف قومی عناصر فرما کر وہ قومی نظریہ کی نزدیک اشاعت کا وہ کارنامہ سرانجام دیا جو امام مجدد الف ثانی نے دور اکبر کا میں دیں الہی اور متحدہ قومیت کے خلاف مصر انجام دیا تھا۔

ترک موالات اور علماء

ترک موالات اگرچہ سیاسی خدنگ رتنی نوٹ یہ اس کے نتائج کچھ اور ہوتے، لیکن اس تحریک کے محرکین نے ابوالفضل اور مہینض جیسے علماء سے یہ فتاویٰ بھی صادر کرائے کہ مشرکین اور بت پرستوں سے اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت جائز اور انگریز سے حرام ہے ان علماء میں قومیت علماء ہند سب میں مدرسہ دیوبند سے وابستہ علمی و شرعی تھے کے علاوہ ابوالکلام آزاد پیش پیش تھے حقیقت میں ترک موالات کے محرکین اور حامی متحدہ قومیت اور کھنڈ بھارت کے حامی تھے جبکہ ہندو مسلم اتحاد اور ان ترک موالات کے مخالفین و قوی نظریہ اور مسلمانوں کے الگ ملی شخص کی نگاہ کے حامی تھے اور تاریخ ہم نے چہرہ زن بھی دیکھا کہ بین ترک موالات کے حامی، یعنی مشرکاتہ بھی، ابوالکلام آزاد، مولانا محمد حسین احمد دہلوی مولوی احمد سعید ناظم مہینض علماء ہند و رشتی محمد کفایت اللہ دیوبندی وغیرہ اکھنڈ بھارت کی حمایت اور قیام پانڈی کی مخالفت میں یہ جان تھے جبکہ ہندو مسلم اتحادی قومیت اور ترک موالات کی مخالفت کرنے والے یعنی امام احمد رضا کے تمام حامی اور معتقدین، خلفاء اور علامہ برصغیر میں آزاد اسلامی مملکت پانڈی کے قیام کے لئے

ترک موالات اور اسلامی شعائر کی توہین اور بے حرمتی

ترک موالات میں مسلمان ہندو کے ساتھ ہوش میں یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنے دینی شعائر کو بھی مشرکین ہند کے ہتھوں ہنس رہا دیا۔

پروفیسر احمد سعید یاسٹیلر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

”ہندوستان کی تمام تاریخ میں یہ دور پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ مگر اس زمانہ نے بہت کم عمر پائی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دلجوئی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مسلمان رہنما کاروں نے رام میلاکا بہت بند اہیت کیا مندروں میں دعائیں مانگی گئیں۔ وید کو ابھائی کتاب تسلیم کیا گیا۔ رام کی پوجا میں شرکت کی گئی۔ مسلمانوں نے اپنے مانعے پر تلک لگائے۔ لنگ پوجہ بھوں اور بتاتے چڑھاتے گئے۔ بار بار اس بات کا اعلان کیا کہ مذہبی تسکوت ہو گا۔ اور یہ کہ گاہک اگر نبوت قائم نہ مانتے تو گناہ مانتے ہی نہیں ہوتا۔“

گائے کی قربان کو موقوف کرنے کی مجاہدیز پیش کی گئی اور سب سے زیادہ غضب یہ کہ دہلی کی جامع مسجد میں منبر رسول پر ایک مشد ہندو رشتہ دار (مخدوم) شیعہ تحریک بابائی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بن کر پکارتا تھا) سے سربیز کردی۔ تمام بابوں کے باوجود ہندو دھرم میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ مسلمان تو ہندو کو خوش کرنے کی خاطر گائے کے بجائے بکری کو ذبح کرنے کا فتویٰ دے رہا تھا۔ (گائے جیسی اور دیومندی سہارا) آج ہندو دین کا مذہبی گہرا مانعہ کہ ہندو نقطہ نظر سے گایوں کی حفاظت بہت ضروری ہے صرف ترک موالات ہی ان کو سورج حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے

اور سورج کے ذریعہ وہ گائیوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ گاندھی کے ایک چیمے ستیا دیو نے نومبر ۱۹۲۰ کو
میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوگا۔ جس قدر قوانین ہم بن سکیں گے۔ بنائیں گے۔ گاندھی کا مسدود
ہندوستان میں نہایت ہم مسئلہ ہے۔ بہاری مواندروں اور حوائسوں کے باوجود حکومت نے اس مسئلہ میں کچھ نہیں
کی تنہا کاٹھیا دا۔ میں بہت سی گامیں فوج ن گئیں جب ہمارے ہاتھ میں قانون سازی کی فوج آئے گی
تو ہم فوراً یہ طے کریں گے کہ ہندوستان کے اندر کسے کی قربان نہ ہو۔“

۱۴۱۔ پروفیسر احمد سعید۔

تحریک آزادی کے مشہور موثر پر دہیہ محمد مسعود لکھتے ہیں کہ۔

”مسٹر گاندھی نے ان تحریکات کو بطور ذرائع سنبھال کر۔ دینی غریب سعادت، تحریک ترک سوانات
تحریک ترک حیوانات، تحریک گنوں رکھنا، سنی گروہ، برت و دیگر اور یہ تحریکیں مسلمانوں کو مندو مسم اتیاد
پر لے گئیں۔ رغبت سے، شوق سے مستقبل کی آمدوں اور اندیشوں سے یہ کسی ساڈ سے موٹھی دیا ڈست
معاشرتی چاڈ سے۔“

پھر مسٹر گاندھی کی کوششوں کے ثمرات اور فوائد کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود لکھتے ہیں۔
”میں نے ایک راجہ جہاں محمد موسیٰ زید لکھتے،

یعنی شاہدوں کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔

گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد نیچے خیر امین۔ منبر میں لاکر منبر رسوں پر بٹھایا، اور خود
اس کے قدموں میں بیٹھے اور یہ دعا کی گئی۔

”اے اللہ تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔“ ۲۹

بیشک کھاٹ میں سازجو کے انت تھینا ۱۵۰۰ ہندو مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تقریر دیا
میں ہندوؤں نے بھی حصہ لیا۔

مسجد قطب۔ نماں میں ۱۵ اگست ۱۹۲۰ کو ہندو مسلمان متحدہ جلسہ ہوا۔ جس میں ہندوؤں نے بھی
زور دار شرکت کی۔

جامع مسجد چکلاں میں ہندو مسلمانوں کا مشترکہ جلسہ ہوا جس کی صدارت پانڈو لکھ دیو مانو نے فرما دی۔

آرہ کے متعلق ایک جبر کا عنوان دیتے ہوئے پروفیسر محمد محمود احمد لکھتے ہیں۔

”ایک ہڈت ساکس بیہ کیلک آدیں آکر بہت زوروں کے ساتھ ہندو مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر کے بھجوا دیا کرتے ہیں۔ بعد خد سیکرہ پٹت خود اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو قید دیتے ہیں۔ قبل کیودینے کے مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں آپ کوں نے ہاں نہ نہت تو نہیں۔ ایک ہڈت نے ہڈتوں اور مسلمانوں سے مذاہب جو کہ ہاں۔ آج ہم اپنی رائے کا مسلمانوں کے قرآن کا در تہیروں کے پاس کا لیں تہوں کو، جو جو رہیں گے۔ ان کے اسلام داہنہ کے لیے بہت ہی نہ ایک ڈولہ جس کو وہ مسلمان کہتے ہیں اس کو برے شگفت کے ساتھ ہر پتہ سے بھجوا دینے کے اندر ایک طرف رائے ایک طرف یائیں اور یہ ہیں قرآن مجید مشکوٰۃ رکھی۔ در برے اجنام کے ساتھ بھجن گاتے دھن اور جہانگیر دغیرہ بچتے اور اس میں مسلمان بھی شریک ہو کر شہر سے کھاتے اپنے مندر کے اندر سے جا کر رکھی۔ جب بن مسلمانوں سے کہہ گیا دمورت کے مختلف مسلمانوں نے کہا، تو جو بیدار میں حرج ہی کیا ہوا۔“ ۱۳۲۷

امام احمد رضا صاحب مرد حق دین کی یہ توہین۔ شعائر اسلام کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی عزت و کرامت کو کس حرج برداشت کر سکتا تھا۔ پناہ خیر یہ نے مسلمانوں کو اس فحاشی سے بچانے اور راہ حق پر گھڑانے کوئی کام لینے

کے نام سے ایک مستند اور

رسالہ رقم فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۲۰ء کو مولانا حسن رضا صاحب نے مطبع حسن ریوی سے شائع فرمایا۔

کاشے کی فزایاں کے بارے میں ہندو ذہنیت کو درکار کا پردہ چاک کرتے ہوئے امام احمد رضا اس رسالہ میں فرماتے ہیں۔

”کیا ہم سے وہ دین پر نہ لے کہا فزونی کا دہرنا کے تحت خداوند دیوانے پڑ گئے، کیا کٹر یور۔ آرہ درساں ہاں کے ناپک دھوکہ مند جو ابھی ناز سے ہیں دلوں سے محو ہو گئے۔ یہ نہ ہر من بہایت بہدردی سے ذہن لئے گئے۔ مثلاً کائیں ذہن کر جھٹاتے سنے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں۔ قرآن کریم کے پاک دروازے اور جھٹائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام بیسے سے کیجئے منہ کو آنے۔“ اسی رسالہ میں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

”یہ بہ ہڈت بے ناموں کے غم۔ یہ پاک مسجد کی شہادتیں۔ جہنم کی آگیں، انہیں ناپک رکھتے ہیں، انہیں مجبوری سے مسلمانوں کے شائع نہیں نہ سہی۔ ہاتھ کسن کو آکر سی کیا ہے۔ آپ بس سہر

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

”پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۹۹ میں ترکوں پر انگریزوں کے منظم کے خلاف ہندوستان میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک طون کی طرح پورے ملک میں پھیلی اور پھر دیگر انگریز حکمرانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا شعور جو رہا گیا۔ اس سہ گیر نفرت سے مذہب، راسخیت، توڑے ستر کا نہ ہی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے نان کوآیشن یعنی ترک معاملات کا اعلان کر دیا۔ جسے ترک مواصلات کا نام دیا گیا۔“

مواصلات کے معنی ہیں محبت و دوستی۔ سنی ترک مولانا کا معنی ہوا کہ محبت اور دوستی چھوڑ دی جائے۔ کس سے؟ اسوی قیامت کے صحابہ ایک سون کے درمیں کسی کو فرکی محبت نہیں سہکتی خواہ وہ نگریز ہو یا ہندو۔ البتہ معاہدہ یعنی بین دین، خرید و فروخت، مرند کے عداوہ کسی کا فرسے بھی کیا جاسکتا ہے۔ قرآن و حدیث، وراثت فقہ کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جاتے تو مواصلات اور معاملہ دو الگ، الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔ کسی تحریک کی وجہ چل سکتی ہے تو مواصلات و جوش و خروش اور غروں کی گونج میں جذبہ کی سہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ عشق و دنیا کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور جو انہیں بھائی اور خیر خواہی کا شعور دے اسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ ”کسی قوم کے زندہ رہنے کے لئے اس کے قومی شخص کا باقی رہنا ازیں ضروری ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے بیدار مسٹر باندھی نے مسلمانوں کو یہاں تک کہ اسوی شخص تک دین کرنے کے لئے تیار ہو گئے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قومی خود کشی کی سزا خیر صورت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔“

”اسیت، کریم، لہندمکم، نے کچھ نیک برنڈ، مالی موسات ہی کی تو رخصت دی ہے۔ یہ یہ فریاد کہ انہیں اپنا اندر بناؤ۔ ان کے کہہ سے یہ رنار ہو جاؤ۔ ان کے غوت رکاندھی کو اپنے این کا اہم ٹھہراؤ ان کی جے پکارو۔ ان کی مدد کے لئے رہو۔ انہیں مساجد میں بدوب و تعظیم پہنچا کر اسند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سے جا کر، مسلمانوں سے اونچا اٹھ کر داعظ و پادی مسلمان بناؤ۔ ان کے مردار (جیفہ) اٹھو۔“

کندھے پر شکاری رمیت، نرہن پہ جے یوں مرٹھٹ میں پہنچاؤ

مساجد کو ان کی قائم کردہ بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے سٹے دعوئے مغفرت اور نیکو جہاد کے اعلان کراؤ۔
 _____ ان کی موت پر بازار بند کرو۔۔۔۔۔ سوگ بناؤ۔۔۔۔۔ ان سے اپنے ماتھے
 پر قسطے لٹکواؤ۔۔۔۔۔ ان کی خوشی کو شدتِ سلام (رہنے کی قربانی) بند کراؤ۔۔۔۔۔ گائے کا
 گوشت کی لذت نہ تھراؤ۔۔۔۔۔ کھانے والوں کو کھنڈ بناؤ اسے شش سوڑ کے کھاؤ۔۔۔۔۔ خدا کی قدر کی
 جگہ رام دوہائی گاؤ۔۔۔۔۔ واحد قہار کے اسماء میں الحاد چھوڑ۔۔۔۔۔ اسے معاذ اللہ
 رام یعنی ہر چیز میں رام،۔۔۔۔۔ ہر شے میں مولا کہ ہوا اٹھرو۔۔۔۔۔ قرآن مجید کو رمان
 کے ساتھ ایک ڈوسے میں رکھ کر مندر میں بے جاؤ۔۔۔۔۔ دونوں کی بوجھ کراؤ۔۔۔۔۔
 ان کے سر نہ باندھو نہ ان کے کھانے کو نہ ان کے پیر نہ ان کو بھیجا ہے یوں معنی نبوت جوڑ
 _____ اللہ عزوجل نے سید الانبیاء علیہ السلام کو بھی تو فرمایا، امانت مذكر (مذکر) تو نہیں
 مذكر (مذكر) اور خدا نے مذكر (مذكر) بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ ہاں لفظ بی بی اسے
 یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتا تو کاندھی جی نبی ہوتے۔۔۔۔۔ اور امام و پیشوا بجاٹے مہدی و
 موعود تو صاف کہہ دیا۔۔۔۔۔ بلکہ اس حمد میں یہاں تک ادب کے اڑنے کا مویشی از شائے تو صر
 شائے تست۔۔۔۔۔ صاف کہہ دیا آج کہ تم نے جند و بھائیوں کو رافضی کہہ یا تو اپنے خدا
 کو رافضی کر دیا۔ (مولانا شوکت علی نے دہلی کی جامع مسجد میں کہا تھا۔ زبانی جتے پکارنے سے کچھ
 نہیں ہوتا۔ اگر تم جند و بھائیوں کو رافضی کہہ دو گے تو خدا لوہہ بھی کر دے گا) صاف کہہ دیا ہم اپنا مذہب
 بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا تیار اٹھائے گا۔ صاف کہہ دیا یہ مذہب چاہتے ہیں جو
 مسلم و پیر کا کوئی علامت نہیں رہے گا۔ صاف کہہ دیا ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمریت
 پرستی پر تار کر دی کی (آیت) کہ یہ دینکم میں ان الغویات و کفریات کی ابدیت دی تھی۔
 امام احمد رضا بریلوی بحیثیت اسدنی مفسر، ہشام فیہ تے حرم ص ۳۵ تا ص ۳۶

تحریر بیت

۱۹۳۰ء ابولکلام آزاد نے یہ راگ اپا پا کر چونکہ برطانوی حکومت کا نوں کے حقوق کا تحفظ کرنے
 میں ناکام رہی ہے۔ نیز یہاں برصغیر میں سر وقت فتنہ دے کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اس

اسلئے تصغیر پاک دہندہ وارطرب ہے۔ "جس میں دیندار مسلمان کے لئے رہنا مناسب نہیں۔
لہذا مسلمانوں کو دارالسلام کی طرف ہجرت کرنی چاہیئے۔ کائنات کی عمارتیں بطور خاص اس بات پر زور
دیا کہ مسلمانوں کا مذہبی زینہ ہے کہ وہ تصغیر کو چھوڑ دیں۔ اور ایسے ملک میں جا رہیں جہاں ان کا
مذہب محفوظ ہو۔

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں کہ

مولانا عبدالباری ندوی نے ہجرت کے متعلق جو اعلان کیا وہ اخبار خد ذت یکم مئی ۱۹۲۰ء
سے نقل کیا جاتا ہے۔

"ہجرت سے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ تمام مسلمان جو اپنے ضمیر رغب ایمان کو مسلوب
نہیں کر سکتے وہ اب اسلام کے احکام کے متعلق عمل پیرا ہوں وہ اس ملک سے ہجرت کر کے ایسے
مقام پر چلے جائیں جہاں اسلام کی خدمت انجام دینا اور اسلامی قوانین کے مطابق عمل کرنا بہتر
طریقہ ممکن ہو"۔ (صفحہ ۱۲۲) تحریک پاکستان

اس کے بعد کیا ہوا ہزاروں سادہ لوح مسلمان مذہبی جوش و خروش میں افغانستان کو
جائے گئے۔ پروفیسر عبداللہ ملک لکھتے ہیں کہ تحریک ہجرت میں مذہبی جوش میں ہزاروں سادہ لوح مسلمان
برصغیر میں اپنا سب کچھ کوڑ لیا کے موں بیچ کر افغانستان کی جانب روانہ ہوئے چنانچہ پنجاب سندھ
اور سرحد کے صوبوں سے تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر مذہب زین اسلام
ملک افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ بھولے بھالے مذہب کے دلدادہ مسلمان اور تحریک ہجرت کی
اعانت کرنے والے علمائین اور قوالی حالت در پابندیوں سے نادانانہ تھے اس لئے مہاجرین کے
ریسے افغانستان کی سرحد پر روک دیئے گئے مہاجرین کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا چند افراد
نسی نہ کسی طرح سیر دنیا ملک نکل گئے۔ لیکن اکثریت کو دس ہونٹ پڑا اس فراغی اور بچا رگی و
پریشان حال میں ہزاروں قیمتی جانیں تباہ ہو گئیں۔ (تحریک پاکستان ۱۹۴۲ء)

مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر کانگریسی اور ہندوئی علمائے اس حلقہ نے نیپٹے کا بیج یہ نکالا کہ
پاک دہندہ کے ہمت سے مسلمان خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ ہندو بیٹے نے ان کی جائیدادیں
کوڑی کے موں خریدیں۔ پھر جب یہ بچا رے لٹے پٹے مصائب و آلام کے مارے دیس لوٹے تو

ہندو بیٹے نے روایتی مکاری سے کام لیتے ہوئے ان کی بائیداری واپس کرنے سے سبقت
انکار کر دیا۔

ایک غیر سرکاری انداز کے مطابق پانچ سے بیس لاکھ تک مسلمان ایک تحریک سے متاثر
ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام آزاد جیسے کئی نیم ملاؤں نے دین و مذہب کی آڑ میں انہی
غیر دانشمندانہ فیصلے کئے۔ جس کا خمیازہ ہری رے سادہ اور غریب مسلمانوں کو بدنامی کی فسون تک کو
بھگتنا پڑا۔ اب حقیقت میں ہندوستان دارالحرب نہیں بلکہ دارالسلام تھا اور آزادی کی تحریک اس
ملاقات میں رہ کر چلائی جاسکتی تھی۔ اس بنا پر امام احمد رضا نے ۲۹۸ جے ق ۱۸۸۰ میں ہی ہندوستان
کے دارالسلام ہونے کا فتویٰ رشاد فرمادیا تھا اور اس کا نام اعلام الہام بان ہندوستان دارالاسلام رکھا
امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس رسالہ میں فرماتے ہیں :-

”ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے شیعہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر
ہندوستان دارالسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں“ ص ۲۔ اس کے بعد امام رضا علیہ الرحمہ دارالحرب
ہونے جانے میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرائط کو تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں
”دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
نزدیک درکار ہیں۔ ن میں ایک یہ ہے کہ دانا احکام شرک اعلانیہ جاری ہوا اور شریعت
اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلق جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی
ہے۔ مگر یہ بات بجز اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ اہل اسلام رہنہ ہیں، جمعہ و عیدین و ذان و
انامت و نماز باجماعت وغیرہ یا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ مراۃ
نکاح، برضا، طلاق، عدل، رجعت، مہر، صلح، نفقات، حضانت، نسب، یم، وقف
وصیت، شفعہ وغیرہ یا بہت سعادت مسلمین ہماری شریعت عواید کی بنا پر فیصلے ہوتے
ہیں۔ ص ۳۔

اس کے بعد سند کو دارالحرب قرار دینے والوں پر تنقید کرتے ہوئے ان کے اصلی
عزائم کو بے نقاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
”اہل حق و عدل کے دارالسلام ہونے میں شک نہیں عجیب اُن سے جو تحلیل و بطلان

(سود) کے لئے جس کی حرمت مخصوص تطعیہ قرآنہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں ان پر وارد اس ملک کو درطرب بڑائیں اور باوجود قدرت واستقامت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اس دن کے لئے دارطرب ہوئے تھے۔ کمزے سے سود کے لطف اڑائے اور بات نام دطن مالوت میں بسر زمانت " ص ۱

عدمہ عبد الحکیم تہذیب تادری سمجھتے ہیں
'تخریب ترک محلات کے زمانے میں ایک تخریب یہ بھی اٹھی کہ سمانیوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنا پڑا۔ علماء اہل سنت نے اس کی سختی سے مخالفت کی۔ جو ایک ہندوؤں کی پال کو نہ سمجھ سکے نہ یہ مصائب کے یہ بڑھوئے۔
امام احمد رضا بریلوی عیدہ الرحمہ نے فرمایا۔

"ریاد رسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے اور اس میں مسجد کی دیرانی و ہجرتی قبور مسین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔"
اور پھر یہی کچھ ہوا جس کی پیش گوئی امام احمد رضا کی بعیرت افراد و مدبرانہ فرامت نے پہلے کر دی تھی۔ ص ۱۱۱ رخصتے حرم۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مومنانہ فرامت

امام احمد رضا نے اپنے رسالہ الحجۃ المومنہ میں ان تحریک کے منفی اثرات کا بیان پہلوؤں سے جائزہ لیا۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے ڈاکٹر محمد سعید احمد کہتے ہیں
ڈاکٹر محمد سعید احمد کہتے ہیں۔

"ناضل بریلوی علیہ الرحمہ مسئلے کے تاریخی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض تائیدین کی کوتاہ اندیشی اور خود غرضی کی ایک نشان بیان فرماتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض تائیدین نے ہندوستان کو دارطرب قرار دے کر مسلمانوں کو ان فتنان ہجرت کر جانے پر اکسایا تھا بہت سے لوگ اس

طرح برپا ہوئے مگر قادیان رُحّٰمیں خرب بھرت ابو الکلام آزاد وغیرہ) میں کوئی نہ سرکا، اس یونٹی
کا ذکر کرنے ہوئے نہ منسل برہوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"بھرت کا منسل پچا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا۔ جو اب رسنے میں آگئے ان مسیت زو
پر جو زوری اگڑی۔ یہ سب زندہ ہیں، اپنے جو رو پچوں میں چین سے رستے بتراسگانہ پھیلکری
اور نرک نعاون کہا۔ کسی ایڈر کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں نہ ان کا کوئی اگڑی
ریاست میں حازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے کیا وحدتبارسنے نہ فرمایا۔"
سمہ تقولون مالا لفعولون ؟

نہ منسل برہوی نرک مولات کے مذہبی تاریکی اور سیاسی پہلوؤں پر روشنی دلنے کے بعد اس
کے معاشی اور اقتصادی پہلو بھی ابا گز فرماتے ہیں۔ چنانچہ نرک مولات کے نتیجے میں ہندوؤں
اور مسلمانوں کے درمیان جو اقتصادی عدم توازن متوقع تھا اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔
"اگر سب مسلمان زمینداریاں، تجارتیں، نوکریاں، نام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے
جگڑی خیر خواہ جہہ مند وہی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح فرسے نئے بھوکے رہ جائیں گے۔"

حاشا سرگز نہیں، نہ ہمار نہیں اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں
سیچے ہو تو موازنہ دکھو کہ اگر ایک مسلمان نے نرک کی ہوتو، دھڑپچاس مندوؤں نے
نوکرن تجارت، زمینداری چھوڑی ہو کہ یہاں مالی نیدت اتنی یا اس سے بھی کم ہے اگر نہیں دکھا سکتے
تو کھل گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

اگر محمد سعود لکھتے ہیں۔

اقتصادی و معاشی جائزے کے بعد فاضل برہوی علیہ الرحمہ انفسیاتی تجزیہ بھی فرماتے ہیں
اور اس سلسلے میں وہ راز ہاتے۔ پنجابی دانشمات فرماتے ہیں کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ باقی ہیں۔
آپ فرماتے ہیں۔

"آداب تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں۔ ارمان کی طرف سے اس میل ادریس کا

رابطہ ہیں۔

دشمن اپنے آپ کے لئے تین باتیں چاہتا ہے ۔

۱۔ اولے :- اس کی موت کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے ۔

۲۔ دوم :- یہ نہ ہو تو اس کی راہی موت جینی مسلمان کی (جلا دہنی کر اپنے پاس نہ رہے ۔

۳۔ سوم :- یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پیری کہ عاجزی کر دے مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دینے اور ان کی آنکھیں بند کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جائیں گے ۔

آپ نے فرمایا ۔

”اور جب دے شہرے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا ۔

”ناپائید جب یہ نہ جی ۔ ہجرت کا بھرا ر فریب کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کھنڈیاں کھینے کو رہ جاتے یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول پیچیں بالوں ہی چھوڑ جائیں ۔ ہر سال ہمارے ر ہندوؤں کے ہاتھ آئیں ۔ ان کی مہجد ، مرارات ادویا ہماری پان کو رہ جائیں ۔“

”ناپائید جب یہ بھی نہ بھی تو ترک مولات کا جھوٹا جیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا کہ نوکریاں چھوڑ دو ، کسی کو نسل کیٹی میں داخل نہ ہو ۔ دل گزاری عیسائی کچھ نہ دو خطابات واپس کہ دو امر خیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغے اور محکمہ میں صرف ہندو رہ جائیں“

”الحجۃ المتوئمۃ“ ص ۲۹۹ ۔

ناضل برہمپوری اور ترک مولات ص ۶۸ تا ص ۷۰

آج تاریخ کا طالب علم جب ان تحریک کے حقائق سے آگاہ ہوتا ہے تو کانگریسی اور نیشنلسٹ علماء اور سیاست دانوں کی کور مغزی ایسے بصری اور حماقت پر خون کے آنسو دتا ہے ۔ باخدا اگر امام احمد رضا ناضل برہمپوری جیسی مدبر اور دور اندیش شخصیت مسلمانان ہند کی رہنمائی نہ کرنی تو بے مغیر میں دونوں نظریہ کی فتح ناممکن تھی ۔ یہ آپ جن کی فکری اور نظریاتی راہنمائی کا نتیجہ تھا کہ قیاس نے دونوں نظریہ کو داغ طور پر مسلمان برہمپور کے سامنے پیش کیا ۔ تحریک ہجرت کے بارے میں قائد اعظم محمد علی جناح کے خیالات امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نظریات سے بہت ہم آہنگ تھے ۔

تحریکِ ہجرت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔

ڈاکٹر سید مطلوب حسین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت اور دینی حمیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں سے بیزار تھے۔ ان کی حکومت کی سیاست، ان کی عدالت، ان کی تہذیب و تمدن ان کی زبان غرض کہ ان کی ہرزاد اور ہر چیز سے بیزار تھے۔ ان کا پیکر ان کا گھر صفت تہ کا منظر تھا۔ جبکہ ان کے مخالفین کے گھر انگریزی تہذیب و تمدن کا نمونہ بنے تھے؛

تحریکِ خلافت کے بارے میں امام احمد رضاؒ کے صحیح اور اصولی موقف کے بارے میں ڈاکٹر سید مطلوب حسین لکھتے ہیں۔

”اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اصل مخالفت کا سبب تحریکِ خلافت کے دوران ان کا رویہ تھا۔ اگرچہ اس دور کے مسلمان تحریکِ خلافت کے لئے مخلص تھے۔ مگر وہ سادہ لوح مسلمان ہندو کی سیاست کو نہیں سمجھ سکے۔ بلا ہر یہ تحریک مذہبی تھی مگر اس کے اسباب خاص سیاسی تھے۔ اس تحریک کے پردے میں ہندو دو گونہ قائد اٹھ رہے تھے۔ ایک طرف وہ خود کو

مسلمانوں کو ہمدرد اور بھی خواہ ظاہر کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف ان ہی کی تائید و حمایت سے ہندوستان کی مطلق آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ امام احمد رضاؒ خان نہ تو اس سیاسی دورنگی کے نازل اور نہ ہی سیاسی مصلحتوں کی خاطر مذہب کو فریبان کرنے کے لئے تیار تھے۔ لیکن ان کے مخالفین نے تحریک خلافت سے ان کی مخالفت کو خوب ہوا دی۔ اور بات بہتان تراشی تک جا پہنچی تحریک خلافت کو گرتاریکی مناظر میں دکھانے والے تھے۔ تو یہ بات کس کو کہنے آجائے گی کہ علیٰ حضرت کا فیصلہ کتنا معقول نہ سب اور حقیقت پسندانہ تھا۔ ترکی کی تاریخ میں تاریخ قسطنطنیہ محمد ثانی، سیم اول سیماں پر شکوہ جیسے متعدد سلاطین گزرے لیکن انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں جب سلطنت ترکی زوال پذیر ہو کر یورپ کا مرد بیمار کہانے لگی تو وہاں کے عوام نے حکومت کے خلاف "تحریک جوانان ترک" کا آغاز کیا اور ملک میں جمہوری نظام کے لئے جدوجہد شروع کی سلطان عبدالحمید ایک کمزور حکمران تھا۔ نہ تو وہ اس دور کے سیاسی حالات میں یورپی طاقتوں کا سامنا کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ اپنے عوام کو مطمئن کر سکتا تھا۔ نتیجتاً اس نے اپنی حیثیت منسبوت کرنے کے لئے مذہب کی پناہ تلاش کی اور حرمین شریفین کے پاسبان ہونے کے نامے خود کو خلیفہ مسبین قرار دیا۔ سادہ لوح ہندی مسلم اتنی بات نہ سمجھ سکے کہ جو شخص اپنے ملک میں غیر مقبول ہوا اسے دور دراز سے کس طرح مدد و ہم چینی جاسکتی ہے۔ ترکی کے عوام اس خیال کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تحریک کو تیز کر دیا اور مختصر عرصے میں تاتاریک کال نے ۱۹۲۲ء میں سلطان ترکی کو معزول کر کے ملک پر کر دیا۔ اور عالمی سیاست بیکار رہ گئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں تحریک خلافت کا جو حشر ہوا اس کا سب کو سام ہے۔

یہ علی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی بصیرت تھی کہ اس نے انقلاب ترکی کا ادراک بہت سے پہلے کر لیا تھا۔ اس لئے اگر وہ اس تحریک سے الگ رہتے تو اس میں کیا بڑائی تھی؟ جس طرح تحریک خلافت میں امام احمد رضاؒ کو اصولی اختلاف تھا۔ اور یہی اختلاف ان کی سنت مخالفت کا سبب بنا۔

یہ تحریک ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی جس کا مقصد حکومت برطانیہ سے عدم اعتراف تھا۔ اس میں ہندو نواز مسلم اکابرین نے اپنے دماغی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر اس کے

اہل ہندو کے آگے دوستی اور محبت کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنا تاند اور راستا تسلیم کر لیا۔
 امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سنتِ اخلاص نہ کیونکہ وہ اس کے لئے ہرگز تیار نہ
 تھے کہ انگریزی عدالتی کا طوق اتار کر ہندوؤں کی عدالتی قبول کریتے اور افتادہ ان کے ہاتھ میں سوپ
 کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کو مالک بنا دیتے قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص کی نیت
 پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کی نیتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود کو اس
 تحریک سے بھی الگ رکھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے اس بات کو شہرت دی کہ انہوں
 نے انگریزوں سے پیسہ کھا کر نیک موالات کے خلاف فتویٰ تحریر کیا۔ جو انگریزوں کے ایمان سے
 لاکھوں لکھوں میں چھوڑ کر تقسیم کیا گیا۔

ڈاکٹر سید مقصوب اس بہتان تراشی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”یہ سراسر کذب و اختراع ہے۔ کیونکہ اتنی تعداد میں فتویٰ کی کاپیاں چھپنے اور تقسیم
 ہونے کے باوجود ان کے مخالفین ایک نقل بھی فراہم نہ کر سکے۔“

حقیقت یہ ہے کہ غیر تقسیم شدہ دستان میں ہندو ہمیشہ اکثریت میں رہے۔ باوجود
 برسرِ اقتدار رہنے کے مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔ اقلیت کو اکثریت سے ہمیشہ خطرات
 ہوتے ہیں۔ شہنشاہِ اکبر کے دور میں اگرچہ ہندو مسلمانوں کے پاس تھا لیکن سند و اپنی سی
 حکمت عملی سے اقتدار میں اس طور پر داخل ہو گئے کہ خود اسلام خطرے میں پڑ گیا۔ اسی لئے
 اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بھی مسلمانوں کو انگریزوں سے زیادہ ہندوؤں سے خطرہ تھا۔ یہی وجہ
 ہے کہ وہ ہندوؤں سے کسی قسم کے روابط کے قابل نہ تھے۔ امام احمد رضا ناں کی سیاسی
 بصیرت غریب ڈاکٹر سید مقصوب حیاتِ روزنامہ جنگ، ۷ نومبر ۱۹۷۷ء

پروفیسر راجدھری امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور سیاسی خدمات کو خراجِ تحسین
 پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”حضرت امام احمد رضا بریلویؒ کی بہت بڑی دینی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے امت
 کی آنکھوں پر پڑے ہوئے پردوں کو مٹانے کی کوششوں میں اپنی زندگی صرف کی اور خدا
 کے فضل و کرم سے وہ امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کرنے میں

ا بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ آپ لکھتے ہیں: "جہاں تک میں نے امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے قول و فعل کا مطالعہ کیا ہے، مجھے اس حقیقت کا کلیتہً اعتراف ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات تک پہنچا دیا تھا۔ اور نہ صرف پہنچا دیا تھا بلکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت کا ایک کامل نمونہ بن گئے تھے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے سیاسی تدبیر کے بارے میں پروفیسر کرم حیدری لکھتے ہیں۔

"حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے محض سیاسی مقاصد کے لئے جن میں بصیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی رہنمائی کی ان میں ایک فیصلہ خریک ترک موالات کے بارے میں تھا چونکہ اس تحریک کے رہنما ہندو لیڈر تھے، لہذا ۱۹۲۰ء میں انہوں نے ایک رسالہ تحریر کیا۔ جس میں کفار و مشرکین سے اختلاط اور ان کے سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج کا بیان ہے ان کے معتقدین نے "جماعت رضاؑ مصطفیٰ قائم کی جس کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ مرکز یہ رکھی گیا۔ اس 'جماعت رضاؑ مصطفیٰ' نے ہندو مسلم اتحاد و اختلاط کے خلاف کام کیا۔ بعد کے سیاسی واقعات نے ثابت کر دیا کہ جمعیت اہل اسلام جو مولانا ابوالکلام کے تاریخ فرماں غنی اس کی سیاسی حکمت عملی مسلمان برصغیر کے مفادات کے خلاف تھی جبکہ امام احمد رضاؑ نے جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ درست تھا اور امت کے مفاد میں تھا۔"

(حوالہ پروانہ شمع رسالت، پرنسپل کریم حیدری، روزنامہ جنگ، ۱۶ نومبر ۱۹۸۵ء)

۱۰۰

۱۰۰

امام احمد رضا خاں

بحیثیت ماہر معیشت

برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد مسلمان برصغیر میں اور اقتصاد دی طور پر مکمل مغلوب ہو چکے تھے۔ عام تو عام خاص بھی تباہ و برباد ہو گئے۔ خواہ ان کا تعلق خاندانہ مغلیہ سے تھا یا کسی اور شریف خاندان سے۔

ایک مغربی مورخ ڈاکٹر ہنٹر اپنی کتاب ”اور انڈین مسلمانز“ میں لکھتا ہے کہ ”آج سے ایک سو ستر سال قبل ایک عالی نسب مسلمان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ غربت کا شکار ہو۔ لیکن آج اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ خوشحال رہے۔ حکومت کا کوئی دفتر ایسا نہیں جس میں ایک مسلمان کو علی، چیپٹر اسی یا دفتری سے دیر کسی عہدے کی توقع ہو سکے“

ہنٹر ایک اور مقام پر لکھتا ہے۔

”حقیقت حال یہ ہے کہ جب ملک ہمارے قبضہ و اختیار میں آیا تو مسلمان ایک برتر قوم تھی۔ وہ صرف ذہنی اور جہان لحاظ سے ہی برتر نہ تھی بلکہ سیاسی تنظیم و رتن حکمرانی میں بھی فوٹیکھن تھی۔ لیکن آج مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں پر فوقیت اور غیر سرکاری پمٹیوں کے اعلیٰ مقام کے تمام دروازے بند ہیں۔“

عبداللہ ملک تاریخ پاکستان (۱۱۹)

مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے قصداً محروم رکھنے کے بارے میں ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے کہ۔

”مسلمان اس حد تک ذلت کے گڑھے میں گر چکے ہیں کہ وہ سرکاری ملازمتوں کے حقدار ہونے کے باوجود سرکاری ملازمت کے ذریعے ان سے محفوظ رکھے جاتے۔ ان کی قابل رحم حالت پر توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اعلیٰ سرکاری کام، ان کا وجود تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔“

مسلمانوں کی آزادانہ پیشوا سے میدان غلبے کے بارے میں ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے کہ۔

”چند سال پہلے دکن میں سرفیصلہ مسلمان ہوتے تھے۔ ۱۸۳۸ میں مسلمان وکلاء کی تعداد

غیر مسلم وکلا کی کل تعداد سے نصف تھی۔ یہ صورت حال ۱۹۵۱ تک موجود رہی۔ ۱۹۵۱ میں وکلا کو نوٹس جاری کرنے سے پہلے مختلف ٹیسٹس سے جانے لگے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۵۲ سے ۱۹۶۸ تک بن میں ۲۴۰ وکلا، نوٹس پوری کئے گئے ان میں ۲۳۹ اور صرف ایک مسلمان تھی۔ طب کا پیشہ بہت معزز پیشہ تصور کیا جاتا تھا لیکن کمپنی کے دور اقتدار کے دوران مسلمان طبیب خاص خاص بنے جاتے تھے۔ بدعہ عام طور پر ہندو ڈاکٹروں نے مسلمان طبیب کی جگہ لی تھی؟

(۳ تاریخ پاکستان ۱۲۲) عبداللہ ملک

۱۹۶۸ تک تو ہند میں اسلامی برادری کی معاشی بد حالی اور اقتصادی کمپرسی کی بدولت تھی۔ اس دوران مولانا الطاف حسین حالی اور سر سید احمد خان کی مساعی سے مسلمان ہند کے سیاسی شعور میں بیداری کی ایک لہر اٹھی۔ ۱۹۸۵ میں کانگریس کے قیام سے اور اس کے بعد کانگریس کی منفی سرگرمیوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے اجتماعی مفادات اور حقوق کے تحفظ کے لئے ایک علیحدہ سیاسی تحریک و تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت قائم کی گئی۔ لیکن اس خطہ کے مسلمانوں کی معاشی اصلاح و ترقی کا مسئلہ وہیں پر تھا۔ بہت سی بات یہ سمجھتے تھے کہ جب تک انگریز سے مکمل طور پر سیاسی آزادی نہیں ملے گی۔ ہم معاشی و اقتصادی طور پر ترقی و استحکام حاصل کرنے سے محروم رہیں گے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی مالی و معاشی ترقی کا مسئلہ مزید پیچیدہ تھا۔ کیونکہ اس کو انگریز کے ساتھ ساتھ ہندو بننے سے بھی پٹینا تھا۔ اب مشکل یہ تھی کہ سیاسی آزادی کے حصول سے پہلے مسلمان برصغیر مند و اور انگریز کے معاشی مدد سے کس طرح نکلیں اور ان شعبوں میں کس طرح ترقی و استحکام حاصل کریں۔ چنانچہ اس انتہائی پیچیدہ اور مشکل مسئلے کا انتہائی موثر اور جامع چارنکائی حل مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ۱۹۱۲ میں مسلمان ہند کے سامنے پیش کیا۔

۱۔ ماسوائے ان امور کے جن میں حکومت کی دخل اندازی ہے اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں۔ کہ کو درکاروں روپیہ مقدمہ بازی میں نہ آ رہی۔

۲۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے نہ خریدیں۔

۳۔ بمبئی، بکلتہ، رنگون، مدراس اور حیدرآباد کے ٹوئنگ مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے

بنک کھولیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یہ پندرہ نکاتی فارمولہ "تدبیر فوج و دخیات و اصلاح" کے نام سے پیش کیا۔

امام احمد رضا چاہتے تھے کہ مسلمان ان تمام معاملات و مسائل (جن میں حکومت کی دلاست و مداخلت کی گئی) کے علاوہ باقی ہر شے پر خود مختار بن جائیں۔ اور کہ فیصلہ آپس میں مل بیٹھ کر کریں تاکہ لاکھوں ہزاروں روپے خواہ مخواہ ہندو و کیلوں اور انگریزی ختم نہ ہو جانے سے بچ جائیں اور وہی قوم ان امور میں فخر ہو۔ اس سے مسلمان اپنی اقتصادی حالت کو مضبوط بنائیں۔ امام احمد رضا کے پیش کردہ فارمولہ کا دوسرا نکتہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ آپ نے اس مختصر سے نکتہ میں ہند کے مسلمانوں کو اپنی معیشت و تجارت کو مضبوط کر کے کامیابی کا تہائی ٹھوس درجہ حاصل بخوایا۔ اگر اس فکر ٹیڑھ و انقلابی نقطہ پر یہ قاعدہ منصوبہ بندی سے عمل کیا جائے تو آج بھارت اور پاکستان کے علاوہ بشکادیش میں بھی مسلمانوں کی معیشت و تجارت مکمل طور پر مستحکم ہوتی۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تیسری تجویز سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ آپؒ نے جدید معاشی نظریات کا مطالعہ بھی بڑی عمیق نظر سے کیا تھا۔ اور معاشی استحکام کے لئے یورپ کے نظریہ بنکاری نظام کی حیرت پر آپؒ نے بھی، حکمت، رنگوں، مدرس اور جدید آباد کے امیر مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کے لئے بنک کھولنے کی تجویز پیش کی۔ تاکہ مسلمان اپنی تجارت اور دیہہ کار و باری امور میں ہندو یا انگریز کے دست و نگر نہ رہیں۔ اور وہ اپنے اسلامی بنک سے بلا سود قرضے اور مدد حاصل کر سکیں۔ اگر اس تجویز پر نوری عمل کیا جائے تو یقیناً امام احمد رضا علیہ الرحمہ بلا سود بنکاری کے نظام کی بنیاد قائم فرما دیتے۔ لیکن آپؒ کی اس نادر تجویز پر نوری عمل نہ کیا گیا۔ اور ۱۹۴۱ء میں بھٹی میں حبیب بنک قائم ہوا۔ ۱۹۳۷ء

آپؒ کی چوتھی تجویز یہ تھی کہ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں اور یہ تجویز تمام تجویزوں پر بیماری تھی۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کا علم ہی مسلمانوں کو ان کے عیدہ و تقویٰ سے آشنا کرتا ہے۔ اسی علم سے مسلمان منہ کی جی بقاء وابستہ تھی

تحریک پاکستان میں امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ کا انقلابی کردار

اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی تحریک یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ ۱۹۲۱ء میں آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء تلامذہ اور مریدین نے اسے جاری و ساری رکھا۔ امام احمد رضا کے خلفاء جن میں عارف ربانی مولانا سید احمد اشرفی کچھوچھوی، مولانا سید محمد اشرف بہاری پرنسپل علی گڑھ، مجاہد ملت مولانا شاہ احمد مختار میرٹھ، تحفۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری، صدر الفاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، رئیس امجدین مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی حضرت مولانا محمد یعقوب خان بدایونی کے نام شامل ہیں اور دیگر مشائخ برصغیر مناظر اسلام سید غلام قطب الدین برہمپوری اشرفی، شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی، شیخ الفقہاء مولانا عبد المجید آلوی، امیر ملت حضرت سید جماعت علی محدث علی پوری زبدۃ الفقہاء حضرت عبد الحفیظ حقانی، حضرت مولانا محمد حسین اجیری مولانا سید فاضل کچھوچھوی مولانا حسین رام پوری اور حضرت مولانا محمد حسین عباسی نے مل کر اہل سنت کی ملک گیر سیاسی اور مذہبی تنظیم الجمعية العالمية المرکزیہ یعنی آل انڈیائی کانفرنس کی بنیاد ۱۹۲۵ء میں رکھی۔

آل انڈیائی کانفرنس کا پہلا افتتاحی اجلاس ۱۶ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا جس میں تین سو سے زائد کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ یہ اجلاس چار روز جاری رہا اور ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو اختتام پذیر ہوا۔ آل انڈیائی کانفرنس کا دوسرا عظیم الشان اجلاس ۳۵-۱۹۲۵ء میں بدایوں میں منعقد ہوا اس کے بعد آل انڈیائی کانفرنس کا تیسرا فقہیہ مشاغل اجلاس پھچوند ضلع اٹاوہ میں ۱۱ فروری ۱۹۲۶ء میں منعقد ہوا۔ آل انڈیائی کانفرنس کا چوتھا تین روزہ اجلاس ۲۴-۲۵ اپریل تا ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء کو بنارس میں منعقد ہوا جس میں دو ہزار علماء و مشائخ کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔ پانچویں عظیم الشان سنی کانفرنس مئی ۱۹۲۶ء کو شاہ جہاں پور

یوپی میں منعقد ہوئی۔ جبکہ ۲۰ مئی ۱۹۴۸ء کو پھونڈ میں پیرزادہ حضرت بشیر میاں صاحب
نیر آبادی کی صدارت میں بھی منعقد ہوئی۔

ساتویں سنی کانفرنس مولانا شاہ غلام رسول قادری کی زیر صدارت کراچی میں منعقد ہوئی۔
آل انڈیائی سنی کانفرنس نے عوامی مشائخ اہل سنت کی قیادت میں ۲۱ سال کے دورانیہ میں (۱۹۲۵ء
۱۹۴۶ء) تک سات عظیم الشان سنی کانفرنسیں منعقد کر کے دو قومی نظریہ کی ترویج اشاعت کو تیز تر
کر دیا۔ متحدہ قومیت در اکھنڈ بھارت کا نظریہ رکھنے والے کانگریسی احراری اور دیوبندی علماء
کا ڈکھ مقابلہ کیا اور ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہونے کے بعد برصغیر کے عربوں و عربوں میں
ہونے والی تمام سنی کانفرنسوں میں قیام پاکستان کی مکمل اور پُر زور حمایت کے ساتھ اس جدوجہد
میں شریک ہو گئے۔

امام محمد احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء و تلامذہ اور مریدین کے علاوہ دیگر علماء و
مشائخ اہل سنت نے تحریک پاکستان میں جس جہاد نہ در سر فرد شاہ انداز میں بھرپور حصہ لیا
اس کا اندازہ ہم آل انڈیائی سنی کانفرنس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان سنی کانفرنسوں
اور اجلاسوں میں پڑھے گئے خطبات سے لگا سکتے ہیں۔ انہی خطبات میں سے چند خطبات
کے اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

محمد جلال الدین قادری اپنی تصنیف ”خطبات آل انڈیائی سنی کانفرنس“ میں لکھتے ہیں۔
”کانگریسی وزارت کے خاتمے پر تادم اعظم کی جیل پر پورے ملک میں یوم نجات منایا
گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو علی پور سیداں ضلع یالکوٹ میں ”یوم نجات“ کی تقریب میں آل
انڈیائی سنی کانفرنس کے صدر امیر ملت پیر سید جہاد علی شاہ محدث علی پوری عبدالرحیم نے فرمایا۔
دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا دوسرا کفر کا مسلمانوں! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے
ہو گے؟ سب نے با آواز بلند کہا اسلام کے جھنڈے کے نیچے! پھر ارشاد فرمایا جو کفر کے جھنڈے
کے نیچے کھڑے ہوں گے ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھو گے؟ سب
نے انکار کیا۔ پھر ————— دریافت فرمایا کیا تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کر دو گے
سب نے اقرار کیا ہے ہرگز نہیں۔ پھر ارشاد فرمایا ————— سن دقت سیاسی میدان میں سلامتی

تھنڈا مسلم لیگ کہے۔ ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔
(مہفت روزہ لقیہ، امرتسر، جنوری ۱۹۴۳ء ص ۸)

بحوالہ خطبہ آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۹

صدر جماعت استقبالیہ سنی کانفرنس پھینوند حضرت مولانا سید مسباح الحسن علیہ الرحمہ
نے ۱۹۴۵ء بمطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ کو پھینوند میں منعقدہ سنی کانفرنس کے خطبہ صدارت
میں فرمایا۔

محضر حاضرہ میں مسلمان ہند کی سیاست نے ۱۹۴۵ء میں جو نئی کر دہ بدلی ہے اور
مسئلہ پاکستان یعنی قیام حکومت اسلامیہ کا جو جذبہ عوام اور خوش میں پیدا ہو رہا ہے اسے ہمارے
طبقہ عدوئے ہل سنت نے بھی نہیں کہہ رہے کہ وہ رہنما جو صرف مسلمانوں ہی کی بجائے ہمارے جماعت کے
محترم عوام مجاہدانہ حیثیت سے زائل تھے، آج اس جذبہ کے شرک و منوید بنے ہوئے ہیں اور کانگریس
جیسی ہندو جماعت کے مقابلے پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر
کانگریس کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں اپنی جماعت کے افراد کی خود نمائی مقصود نہیں بلکہ
بہرنا قابل افکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے عوام و مشائخ ہیں جن کی مسلسل خدمت اور
سعی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آ رہی ہے۔ وہ کون وقت ہے جس پر ہمارے
افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں۔ مرکز کی جیسی کے حلقہ انتخاب میں کونسا رہتا تھا جہاں ہمارے
افراد نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور صوبہ جاتی انتخابات میں بھی الحمد للہ صف اول میں
موجود ہیں اور کانگریس صفِ جات انتخابات میں شکست دینے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس سے
تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نہایت بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے پس ان حالات و
خدمات سے ظاہر دیکھیں ہے کہ سنی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمد للہ اپنا کام کر رہی ہے۔
خطبہ آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۴۹ تا ص ۲۵۰

آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک چار روزہ تاریخ ساز اجلاس ۲۳ تا ۲۷ جمادی الاول بمطابق
۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں منعقد ہوا جس میں دو ہزار مشائخ و عوام اور لاکھوں
مسلمانوں نے شرکت کی اس تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رئیس المحدثین حضرت

مید محمد محدث کچھو چھو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

..... ہماری کامیابی نظر آ رہی ہے اب ہم زندگی کی آس بگانے میں حق بجانب ہیں اب آپ کی پاک نئے ہیں، پاک تدبیر پاک تعلیمات ہم کو پاکستان عطا کر دیں گی۔

میرے دینی راہنماؤ! میں نے عرضداشت میں بھی بھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔

درد لیوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے۔ غرض کی گونج میں پاکستان سے کے رہیں گے۔ خاتقہ ہوں میں بازاروں میں ویرانوں میں لفظ پاکستان ہمارا ہے۔ اس لفظ

کو پیپ کا یونیٹ بیڈ بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر جگہ بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی عاوارہ ہو گیا۔ جو لفظ مختلف ذہنیوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے

ہیں۔ جب تک بولنے والے اس کو واضح طور پر بتا نہ دے۔ یونیٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشینری سردار جو گند رنگھ کے ماتھے ہو گی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں جھنجھتی ہیں کہ

اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ بھی الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے اگر یہ صحیح ہے تو لیگ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس

پیغام کو قبول کیا ہے اور جس مسئلے پر لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصے پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو۔

وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ ...

۲۵ تا ۲۶ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

اس عظیم الشان سنی کانفرنس کی تیسری مجلس میں ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء بوقت صبح نو بجے ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطماں سب سے پہلی جو قرارداد منظور ہوئی وہ مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کے بارے میں تھی۔

قراردادیں کیا گئیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ معاشرہ مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے

لئے ہر امکانی قربانی دینے کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم و حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔ ص ۲۸۳ خطبہ آل انڈیا سنی کانفرنس

حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ۲۷ جون ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس اجیمیر میں منعقد ہوئی اس عظیم شان اجلاس کی صدارت سیدنا رسول علی خاں سجادہ نشین اجیمیر شریف نے خزانہ ہزاروں علاؤ شاہ کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد عوام الناس نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ حضرت سید محمد شرف محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت علامہ صدر الفاضل نعیم الدین مراد آبادی ناظم عمومی، حضرت عبدالحمید بدایونی قادری، ناظم نشر و اشاعت، مبلغ اسد محمد حضرت علامہ شاہ عبدالعظیم صدر شریک میرٹھی، حاجی محمد عارفین، مولانا جیلانی میاں، مولانا ذریعین حضرت مولانا سید عبدالحمید اور مولانا محمد عابد القادری کی تقریر اور مساعی نے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔

(خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۹۶)

اجیمیر شریف میں منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے فرمایا۔
 ”سُنی بھائیوں! اے مصطفیٰ کے لشکریوں! اے خواجہ کے مستواب تم کیوں سوچو کہ سچے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رُکوا کر پٹنے والی حالت آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو اب غفلت کے بزم سے خود باز آؤ۔ اٹھ پڑو کھڑے ہو جاؤ۔ چلے چلو۔ ایک منٹ بھی نہ رُکنا پاکستان بناؤ تو جاکر دم لو کہ یہ کام اے سنیو — سن لو کہ تمہارا ہے۔ حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا اور آخر میں صاف کہہ دیا کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے۔ اور نہ سنی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لیں جس قدر ناپاکوں کو چڑھتا ہے اسی قدر ناپاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وسیعہ کھد سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا رُسنیوں است۔ یہ ملک کی کسی جماعت سے سیاسی تصادم کے لئے

نہیں کہا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا ظہار بلا خوف و ہراس کو دیا ہے ۔

”اول تو مسلم لیگ کے سو کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہے۔ الکفر و ملۃ واحدۃ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بیشمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو وہ صرف سُنی ہیں۔ پاکستان کے معنی، سنی قرآنی و زاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سُنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید زین الحسنات صاحبہ سجادہ نشین مانئی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے۔ اگر ایک دم سارے سُنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے سادے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں رہے گا۔ اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی روشنی موجود نہیں کہ پاکستان صرف سنیوں کو بنانا ہے۔“

صفحہ ۳ خطبات آن انڈیا سُنی کانفرنس

۲۳ تا ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ بمطابق ۳۰۔۲۸ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف میں امام محمد احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے موقع پر بھی صدر الفاضل علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی اور فقہ کی شہرہ آفاق کتاب ”بہار شریعت“ کے مصنف صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی عیدہ الرحمہ نے مسلمانوں کی حمایت میں پُر زور تقاریر فرمائیں۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی نے اس موقع پر مسلمانوں کو کانگریس کی چال بازیوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔

”کانگریس فتنہ عظیمہ ہے۔ وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استحصال کا ارادہ کر چکی ہے اس کی بڑی سے بڑی آواز یہی ہے یہی اس کا سرانجام ہے۔ یہاں اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دام تزدیر سے بچانے کی سعی کرتے رہے ہیں اور اس کی اسلام دشمنی کا بے دریغ انکار کرتے رہے ہیں۔ بوری تمام سُنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پیش میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی۔“

صدر افاضل حضرت علامہ محمد نعیم مراد باری نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔
 ”اگر آپ کو پاکستان حاصل کرتے ہیں تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے
 خود پابند ہو جائیے۔ اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے۔ تب محمد والوں پر ان کی بات کا اثر ہوگا۔
 پاکستان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں۔ آپ
 کے عمل اور آپ کی وضع بنائی ہو کہ جو سیدہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادق آپ کی رگ و پے
 میں سرایت کر چکا اور جب آپ کا اس جو حق صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کا کوئی
 بھی روکنے والا نہیں۔“ ص ۱۱۱

۳ مئی ۱۹۴۶ء کو لاہور کی نمائندگی میں انجمن اعلیٰ ہند لاہور کا ساتھواں اجلاس شیخ
 الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ زیر صدارت ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے آل
 انڈیائی سنی کانفرنس کے رکن مولانا عبدالحمید بدایونی نے فرمایا۔

”ہندوستان کے مسلمانوں کی نام خدیووں کا واحد اصل قیام پاکستان میں مضمر ہے۔ پاکستان دس
 کروڑ مسلمانوں کی زندگی و موت کا سوال بن چکا ہے۔ ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو
 پاکستان حاصل کریں گے اور یا مٹ جائیں گے۔ دو ٹوک فیصلہ کی گھڑی آج پہنچی ہے ہم پاکستان کی
 راہ کے سر روڑے کو ہٹا دینے کا عزم بالجزم کو چکے ہیں۔ ورنہ رقی مشن کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا
 نے فرمایا ”اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی
 گئی تو اس کے نتائج نہایت المیہ کن ہوں گے۔“ ص ۱۱۲

یہ مقیاسات آل انڈیائی سنی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے چند خطبات و تقریریں
 بن گئے ہیں۔ علامہ مشائخ اہل سنت کی یہ عظیم جدوجہد اس حقیقت کی غماز ہے کہ پاکستان کا
 قیام صرف مسلم لیگ ہی نہیں بلکہ آل انڈیائی سنی کانفرنس کی بھی مجاہدانہ کادشوں سے ممکن ہوا اور آل
 انڈیائی سنی کانفرنس جیسی عظیم تحریک کے بانی اور محرکین یا مولانا محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
 کے تعاون و اخلاقی تقویٰ یا ان کے معتقدین اس طرح بالواسطہ طور پر امام اہل سنت حضرت
 محمد احمد رضا شاہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششیں اور ان کی فکری اور نظریاتی رہنمائی قیام پاکستان
 کے لئے دینی اہمیت رکھتی ہے جو اس سلسلہ میں مولانا عظیم محمد سی جانا علیہ الرحمہ اور حکیم الامت حضرت

علامہ محمد قیال علیہ الرحمۃ کو حاصل ہے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور صحافی کامل نگار اور اسلامی اسکالرمیاں عبدالرشید اپنی کتاب

آل انڈیائیسنی کانفرنس نے صحافت کے میدان میں بھی دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت اور قیام پاکستان کے لئے انقلابی جدوجہد کی۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور شاگرد صدر الفاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے ماہنامہ ”السواد الاعظم“ جاری کیا۔ جبکہ اس کی ادارت تاج العلماء علامہ مفتی محمد عمر نعیمی تے سنبھالی۔ اس کے علاوہ برصغیر میں اہل سنت کا ترجمان ہفت روزہ ”الفقیہ“ امرتسر سے جاری ہوا۔ جبکہ رام پور سے ”دربار سکندری“ کے نام سے ایک روزنامہ ۱۸۶۶ء سے جاری ہوا۔

آج پاکستان میں نامور ”ایک طالب علم جیت تاریخ تحریک پاکستان، یا مطالعہ پاکستان کا مطالعہ کرتا ہے تو مورخین کی تاریخی بددیانتی، تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے وہ یہ دیکھ کر حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتا ہے کہ ہماری تاریخ میں ان لوگوں کو ”ہیرو“ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی مخالفت کی اور متحدہ قومیت کا پرچار کیا۔ برصغیر میں تحریک اچائے اسلام کا سہرا ان کے سر سجایا جا رہا ہے جو ایک آزاد اسلامی ریاست پاکستان کے سخت مخالف اور اکھنڈ بھارت کے زبردست حامی تھے۔ میٹرک سے لے کر ایم۔ اے تک تاریخ تحریک پاکستان اور مطالعہ پاکستان کے موضوع پر جتنی بھی کتب تصاب میں شامل ہیں ان میں آل انڈیائی کانفرنس کی عظیم جدوجہد کا ذکر تک نہیں۔ صرف بعض کتب میں ضمنی طور پر چند علو و شامخ کا نام درج

کیا گیا ہے۔ میں وزارت تعلیم پاکستان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلہ میں فوری اور موثر اقدامات کر کے تحریک پاکستان کی جامع اور مستند تاریخ مرتب کرے اور صرف اسی جامع اور مستند تاریخ کو مصلحہ پاکستان وغیرہ کے نصاب کے لئے منظور کرے۔

برصغیر میں متحدہ اچھے دین اور دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت کے لئے امام احمد رضاؒ کی تاریخی جدوجہد اور عظیم کردار کو واضح طور پر اس تاریخ میں شامل کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ قیام پاکستان کے لئے آل انڈیائی کانفرنس کی انقلابی جدوجہد اور علماء مشائخ اہل سنت کے مجاہدانہ کردار کو مکمل طور پر تحریک پاکستان کی تاریخ اور مصلحہ پاکستان کے نصاب میں شامل کیا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ نہ صرف ایک تاریخی بددیانتی ہوگی بلکہ یہ منفی طرز عمل قیام پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے علماء و مشائخ اہل سنت سے غداری کی بدترین مثال ہوگی۔

- ۱۔ فتویٰ رضویہ فی العطا یا نبویہ - امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ احکام شریعت
- ۳۔ بیعت و خلافت
- ۴۔ اعلام الاعلام بآئینہ ہندستان دارالسلام
- ۵۔ امام احمد رضا نمبر المیزان مبینی
- ۶۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت م مفتی اعظم محمد مسطفی رضا قادری
- ۷۔ ناضل بریلوی اور ترک موالات پروفیسر محمد سعید احمد
- ۸۔ تحریک آزادی ہند اور السودا اعظم
- ۹۔ امام اہل سنت
- ۱۰۔ گناہ بینائی
- ۱۱۔ ناضل بریلوی اور امور بدعت سید فاروق القادری
- ۱۲۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس محمد جلال الدین قادری
- ۱۳۔ تحریک پاکستان پروفیسر احمد سعید
- ۱۴۔ تاریخ پاکستان محمد عبداللہ ملک
- ۱۵۔ اتاترک ٹرکشن نیشنل کمیشن برائے یونیسکو
- ۱۶۔ ابدالیہ حضرت یعقوب چرخ رحمتہ اللہ علیہ
- ۱۷۔ MY REMINISCENCES. BY-M. S. TOOSY
- ۱۸۔ ماہنامہ ضیاء حرم - شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء
- ۱۹۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی - اشاعت ۶ نومبر ۱۹۸۵ء
- ۲۰۔ منزل ڈائری انجمن طلباء اسلام پاکستان (کراچی)

تبرکاتِ رضا

عشقِ حمید میں جسے چاک گریباں دیکھا

گل ہوا صبح ہمیشہ اسے خندان دیکھا

تھا ملاقاتِ رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق

بارے آج اس کو مدینہ میں غزلِ خواں دیکھا